رجسٹرڈ ایل نمبر

...ستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجالانے ... اخبار

یھدی اللّٰہ لنورہٖ من یشاء

نور

قادیان دار الامان

۱- اسلام ... دیگر مذاہب ...
۲- سکھوں اور آریوں ... کے اہم فرائض کو ادا کرنا
۳- دیگر مذاہب کے حملوں کا کامل اور صحیح جواب دینا۔
۴- راعی اور رعایا کے تعلقات کو مستحکم کرنا ؛

نمبر (۱۲۱)

... ۱۹۲۸ء

ضوابط

... سالانہ عوام سے تین روپے (سے ۳)
... ششماہی عوام سے ایک روپیہ بارہ آنے (۱۲/ع)
... سالانہ سرپرستوں سے دس روپے (عـہ)
" " امراء سے پانچ روپے (ـہ)
" " ممالک غیر سے ۸ شلنگ

جلد ۲۰

... قادیان سے شائع ہوتا ...

KHILAFAT LIBRARY

... الرحمٰن الرحیم ؛ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کی نمائندگی

(حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللّٰہ تعالیٰ کی قلم سے)

(۲)

اگرچہ یہ مضمون الفضل میں شائع ہو چکا ہے۔ مگر چونکہ نہرو رپورٹ کے ساتھ آئیندہ کے لئے مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال وابستہ ہے۔ اس لئے اس کی اہمیت یہ چاہتی ہے۔ کہ ایک الفضل کیا کوئی مسلم جریدہ بھی اس قابل قدر مضمون کے اندراج سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔ جس قدر بھی اس مضمون کی وسیع اشاعت ہوگی۔ اسی قدر مسلمان اپنے نفع نقصان کو زیادہ بہتر سمجھ سکیں گے۔ بلکہ میری تو یہ خواہش اور حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ اس مضمون کا انگریزی میں ترجمہ کر کے بنگال و مدراس وغیرہ کے مسلمانوں میں بکثرت تقسیم کیا جائے۔ میں بڑے فخر کے ساتھ اس قیمتی مضمون کو ناظرین کے سامنے رکھتا ہوں۔ اور مجھے توقع رکھنی چاہیئے۔ کہ دوست نہ صرف خود ہی شوق سے اسے پڑھینگے۔ بلکہ اپنے دوسرے دوستوں کو بھی اس سے آگاہ کرینگے۔ (ایڈیٹر)

سب سے پہلے تو میں اس سوال کو لیتا ہوں۔ کہ کیا نہرو کمیٹی تمام ہندوستان کی نمائندہ کہلا سکتی ہے۔ اور اس کے فیصلہ کو اس عزت کی نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ جو ایک ملک کی نمائندہ کمیٹی کی رپورٹ کو حاصل ہونی چاہیئے۔ اس سوال کا جواب دینے کے لئے میں خود اسی رپورٹ کے بیان کو لیتا ہوں۔ میرے نزدیک اس رپورٹ کو پڑھ لینا ہی اس امر کے معلوم کرنے کے لئے کافی ہے۔ کہ اس کمیٹی کو کسی صورت میں بھی ملک کی نمائندہ کمیٹی نہیں کہا جا سکتا ؛

اس رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نہرو کمیٹی کو آل پارٹیز کانفرنس نے بمبئی کے مقام پر ۱۹ رمئی ۱۹۲۸ء کو مقرر کیا تھا۔ یہ آل پارٹیز کانفرنس کیا تھی۔ اور کس طرح وجود میں آئی۔ اس کا حال بھی اسی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے نہرو رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ہندو مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے فسادات کو دیکھ کر دسمبر ۱۹۲۶ء کے اجلاس میں نیشنل کانگریس نے گوہاٹی کے مقام پر ایک ریزولیوشن پاس کیا تھا۔ کہ ”ورکنگ کمیٹی ہندو اور مسلمان لیڈروں سے مشورہ کر کے ایسی تجاویز کرے۔ کہ جن کے ذریعہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین جو قابل افسوس تنازعات ہو رہے ہیں۔ دُور کئے جا سکیں۔ اور ورکنگ کمیٹی اپنی رپورٹ ۳۱ مارچ ۱۹۲۷ء سے پہلے پہلے پیش کرے“ (نہرو رپورٹ صفحہ ۱۷-۱۸)

اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ورکنگ کمیٹی ہندو اور مسلمان لیڈروں سے مشورہ کرتی رہی۔ لیکن اسی اثنا میں ۲۰ مارچ ۱۹۲۷ء کو بعض بڑے بڑے مسلمان لیڈروں نے دہلی کے مقام پر ایک اجتماع کیا۔ اور ہندو مسلم فسادات کو مٹانے کے لئے بعض تجاویز شائع کیں۔ جن کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمان مشترک انتخاب پر رضامند ہو جائیں گے۔ بشرطیکہ (۱) سندھ کو مستقل صوبہ بنا دیا جائے (۲) صوبہ سرحدی اور بلوچستان کو بھی وہی حقوق دے دیئے جائیں۔ جو دوسرے صوبوں کو حاصل ہیں (۳) پنجاب اور بنگال میں آبادی کی تعداد کے مطابق سب اقوام کو حقوق نیابت حاصل ہوں (۴) مرکزی دار النواب (لیجسلیٹو اسمبلی) میں مسلمانوں کو کم سے کم ایک تہائی نیابت ملے ؛

ورکنگ کمیٹی نے ان تجاویز کے شائع ہوتے ہی ایک جلسہ کیا۔ اور ایک ریزولیوشن پاس کیا۔ کہ وہ مسلمانوں کے اس فیصلہ پر خوش ہے۔ کہ انہوں نے مشترک انتخاب کی تجویز کو منظور کر لیا ہے۔ اور امید ہے۔ کہ ان کی پیش کردہ تجاویز کو بطور بنیاد قرار دے کر ہندوؤں اور مسلمانوں میں سمجھوتہ کرنے میں کامیابی ہو جائیگی۔ اس کے بعد مئی ۱۹۲۷ء کو ورکنگ کمیٹی نے پھر ایک اجلاس کیا۔ اور مسلمانوں کی تجاویز کی بنیاد پر ایک زیادہ تفصیلی تجویز کو منظور کیا۔ اور ساتھ کے ساتھ انڈین کانگریس نے بھی ورکنگ کمیٹی کی تجویز کو منظور کیا۔ اور ساتھ کے ساتھ انڈین کانگریس نے بھی ورکنگ کمیٹی کی تجویز کو معمولی سی اصلاح کے بعد منظور کر دیا ؛

آل انڈیا کانگریس نے اسی اجلاس میں یہ فیصلہ کیا۔ کہ اب ورکنگ کمیٹی کو کونسلوں کے ممبروں اور مختلف اقوام کی پولیٹیکل پارٹیوں سے مشورہ کر کے ایک سوراج کی سکیم تیار کرنی چاہیئے۔ اور اس کی تیاری میں دوسری ایسی ہی بعض سیاسی مزدور پیشہ کی تجارتی اور فرقہ وارانہ انجمنوں سے بھی تبادلہ خیالات کرنا چاہیئے۔

KHILAFAT LIBRARY

اس کے معاً بعد لبرل فیڈریشن نے بھی ایک ریزولیوشن پاس کیا۔ جس میں اس نے مسلمان لیڈروں کے اعلان پر خوشی کے اظہار کے علاوہ یہ بھی پاس کیا۔ کہ مسلمانوں کی تجویز کے متعلق مختلف اقوام کے باقاعدہ طور پر منتخب شدہ نمائندوں کو جلد سے جلد غور کر کے ایک متفقہ فیصلہ پر پہنچنا چاہیئے۔

لبرل فیڈریشن کے جلسہ کے بعد مسلم لیگ نے بھی ایک جلسہ کیا۔ اور یہ ریزولیوشن پاس کیا۔ کہ لیگ کونسل ایک سب کمیٹی مقرر کرے۔ جو انڈین نیشنل کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے ساتھ مل کر ہندوستان کے لئے ایک قانون اساسی تیار کرے۔ جس میں مسلمانوں کے حقوق کی پورے طور پر نگہداشت کر لی گئی ہو۔

ادھر تو لبرل فیڈریشن اور مسلم لیگ نے مندرجہ بالا ریزولیوشن پاس کئے۔ ادھر کانگریس کی ورکنگ کمیٹی نے کانگریس کے منشاء کے مطابق مختلف انجمنوں کو دعوتی رقعے بھیجے۔ جن میں سے مسلمانوں کی دو انجمنیں تھیں۔ ایک تو آل انڈیا مسلم لیگ دوسری خلافت کمیٹی۔ اس کے مقابلہ میں پارسیوں کی چار انجمنوں کو دعوت دی گئی۔ ریاستوں کے باشندوں کی تین انجمنوں کو دعوت دی گئی۔ بقول نہرو رپورٹ کے مذکورہ بالا انجمنوں میں سے بہتوں نے اپنے نمائندے بھیجے۔ اور بارہ فروری سنہ ۲۸ء سے بائیس فروری تک دہلی میں اس کانفرنس کا اجلاس ہوتا رہا۔ اس کانفرنس نے بعض ریزولیوشن پاس کئے۔ ان کے متعلق مسلم لیگ کی کونسل نے فوراً ہی اجلاس کر کے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر دیا۔ اور اس طرح یہ آل پارٹیز کانفرنس آل پارٹیز کانفرنس نہیں۔ بلکہ صرف ہندو کانفرنس رہ گئی۔ مسلم لیگ کی کونسل نے یہ بھی ریزولیوشن پاس کیا۔ کہ اس کے نمائندے تمام جماعتوں کے نمائندوں پر زور دیں۔ کہ وہ لیگ کے کلکتہ کے اجلاس کے ریزولیوشن کو قبول کر لیں اور قانون اساسی کے بنانے میں حصہ لینے سے پہلے کونسل کے پاس رپورٹ کریں۔ کہ انہیں اس امر میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے۔ گویا اس طرح لیگ نے اپنے نمائندوں کو قانون اساسی کے بنانے والی کمیٹی میں حصہ لینے سے بھی روک دیا۔

نہرو رپورٹ کے مرتب کرنے والے لکھتے ہیں۔ کہ مسلم لیگ کونسل کے اس فیصلہ نے ہمیں مشکل میں ڈال دیا۔ کیونکہ اس فیصلہ کی رو سے مسلم لیگ کے نمائندے کمیٹی کی رپورٹ پر غور ہی نہیں کر سکتے تھے۔ جب تک کہ مسلم لیگ کی پاس کردہ تجویز کو پورے طور پر تسلیم نہ کر لیا جاتا۔ یا لیگ کونسل دوبارہ نئی ہدایات نہ دیتی۔

ان حالات میں آل پارٹیز کانفرنس ۸ مارچ کو پھر اکٹھی ہوئی۔ (گو یہ نہیں بتایا گیا۔ کہ اس دفعہ اس کانفرنس میں کون کون لوگ شامل ہوئے) اور دو سب کمیٹیاں ایک سندھ کی علیحدگی اور دوسری نسبتی نیابت کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے مقرر کی گئیں ۲۲ فروری کو جو کمیٹی مقرر کی گئی تھی۔ اس کی رپورٹ پر غور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ مسلم لیگ کے نمائندوں نے اس پر بحث کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے کانفرنس نے رپورٹ کو شائع کرنے کا حکم دیا۔ اور ۱۹ مئی سنہ ۲۸ء تک اپنے اجلاس کو ملتوی کر دیا۔ اسی دوران میں ہندو مہاسبھا نے بھی اپنا ایک جلسہ اپریل کے مہینہ میں کیا۔ اور مسلم لیگ کے فیصلہ کے بعض حصوں کی سختی سے مخالفت کی۔

۱۹ مئی کو آل پارٹیز کانفرنس کا اجلاس بمبئی میں ہوا۔ اور چونکہ اس وقت کے حالات کے ماتحت کسی متفقہ فیصلہ کی امید نہ ہو سکتی تھی۔ یہ تجویز کی گئی۔ کہ ایک چھوٹی سب کمیٹی مقرر کی جائے جو سب امور پر یکجائی نظر ڈالے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اصحاب کی ایک سب کمیٹی تجویز کی گئی۔ سر علی امام اور مسٹر شعیب قریشی مسلمانوں کے نقطۂ نگاہ کے پیش کرنے کے لئے۔ مسٹر اینی اور مسٹر جیاکار ہندو مہاسبھا کی نمائندگی کے لئے مسٹر پردھان غیر برہمنوں کے نمائندہ کی حیثیت سے سردار منگل سنگھ سکھ لیگ کی طرف سے۔ سر تیج بہادر سپرو لبرل فیڈریشن کی طرف سے۔ مسٹر جوشی مزدوروں کی طرف سے۔ ان کے علاوہ مسٹر سوبھاس چندرابوس اور پنڈت موتی لال نہرو بھی اس کے ممبر تھے۔ گویا نو ممبروں میں سے دو مسلمان اور سات ہندو ممبر تھے۔ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سر علی امام بوجہ بیماری صرف ایک اجلاس میں شریک ہوئے۔ اور اس طرح گویا صرف مسٹر شعیب قریشی مسلمانوں کی طرف سے نمائندہ رہے۔

اوپر کے حالات خود نہرو رپورٹ سے ہی لئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ بعض کارروائیاں جو پس پردہ ہوتی رہی ہیں۔ اور جنہیں اب بعض مسلم لیڈر شائع کر رہے ہیں۔ میں انہیں نظر انداز کرتا ہوں۔ کیونکہ میرے مقصد کے حصول کے لئے خود یہی حالات کافی ہیں۔ ان حالات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ کمیٹی ہرگز تمام ہندوستان کی نمائندہ نہ تھی۔ چند آدمی اپنی مرضی سے ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ جن میں سے بہت سے لوگ ایسے تھے۔ کہ انہوں نے اپنے آپ کو آپ ہی لیڈر قرار دے لیا تھا۔ نہ مختلف صوبوں کی نمائندگی اس میں ہوئی۔ نہ مختلف جماعتوں کی۔ مثال کے طور پر میں اپنی ہی جماعت کو لیتا ہوں۔ ہماری جماعت۔ کو شروع سے لے کر آخر تک کسی نے نہیں پوچھا۔ کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ حالانکہ ہم تعداد میں کس قدر بھی کم ہوں۔ مگر پارسیوں سے زیادہ ہیں۔ اور آل انڈیا حیثیت رکھتے ہیں۔ ہماری مضبوط جماعتیں تین صوبوں میں پائی جاتی ہیں۔ یعنی پنجاب۔ بنگال اور صوبہ سرحدی۔ اس کے علاوہ بہار یو پی مدراس اور سندھ میں بھی معقول جماعتیں پائی جاتی ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی جماعتیں تو ہر صوبہ میں ہیں۔ ہماری جماعت منظم ہے اور رجسٹرڈ شدہ تعداد کے لحاظ سے اور نظام کے لحاظ سے تو شاید کوئی ہندو سوسائٹی بھی اس کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ آل پارٹیز کانفرنس کے نمائندے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہماری جماعت ایک مذہبی جماعت ہے۔ کیونکہ ہماری جماعت اپنے مذہبی اور سیاسی مسائل کو ایک ہی پلیٹ فارم پر طے کرتی ہے۔ اور محض اس وجہ سے کہ ہمارے نزدیک مذہب۔ سیاست اور تمدن کی ضرورت کے لئے الگ الگ انجمنوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک ہی مجلس میں ان مسائل پر بحث ہو سکتی ہے۔ بلکہ بہتر طریق پر ہوتی ہے۔ ہمیں اپنے حقوق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

مگر ہماری جماعت کو نظر انداز کر دو۔ اس کمیٹی کا اصل کام سنہ ۲۸ء سے شروع ہوتا ہے۔ اور اس وقت مسلم لیگ کے دو حصے ہو چکے تھے۔ ایک لاہور کی آل انڈیا لیگ کہلاتی ہے۔ اور ایک کلکتہ کی۔ رپورٹ سے کہیں معلوم نہیں ہوتا۔ کہ لاہور کی لیگ کی نمائندگی کی بھی کوشش کی گئی۔ نہ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ صوبہ جات کی لیگوں کی نمائندگی کی بھی کوشش کی گئی۔ حالانکہ جن مسائل پر اختلاف زیادہ بھیانک صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔ وہ آل انڈیا مسائل نہیں ہیں بلکہ صوبہ جات کے مسائل ہیں۔ پس خالی آل انڈیا لیگ کے دونوں حصوں کی نمائندگی بھی کافی نہیں ہو سکتی تھی۔ جب تک کہ وہ سب قسم کے خیالات کے لوگوں کو دعوت نہ دے۔

نہرو رپورٹ ہندوستان کے لئے دو مجالس کی تجویز کو پیش کرتی ہے۔ ایک جس میں کل ہندوستان کے نمائندے براہ راست چنے جائیں۔ اور دوسری سینٹ جس میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کی نقل میں۔ صوبہ جات کی کونسلیں اپنے نمائندے بھیجیں (نہرو رپورٹ صفحہ ۹۵) اگر معمولی قسم کے قوانین کے لئے جو وقتی اور جزئی ہونگے۔ دو قسم کی نمائندگی کی ضرورت ہے۔ تو کیا کانسٹیٹیوشن کے سوال کے متعلق اس امر کی ضرورت نہیں تھی۔ کہ صوبہ جات کی لیگز

KHILAFAT LIBRARY

نمائندے بھی طلب کئے جاتے ۔ تاکہ وہ اپنے اپنے نقطہ نگاہ کو پیش کر سکیں۔ کیا یہ بات آل پارٹیز کانفرنس کی نظر سے پوشیدہ تھی۔ کہ کئی صوبہ جات کی کثرت مرکزی انجمن کی کثرت کے مخالف ہے۔ پھر مرکزی انجمن کی نمائندگی قانون اساسی کے حل کے لئے کس طرح کافی ہو سکتی تھی۔ مثال کے طور پر پنجاب بنگال۔ سندھ۔ یوپی۔ اور صوبہ سرحدی کے مسلمانوں کو لے لو۔ ان میں سے اکثر کے خیالات نیابت کے طریق کے متعلق کلکتہ لیگ سے مختلف ہیں۔ پھر کلکتہ لیگ کے نمائندے ان لوگوں کے نمائندے کس طرح ہو سکتے تھے۔ آل پارٹیز کانفرنس اگر ملک کی نمائندہ کہلانا چاہتی تھی۔ تو اسے چاہیئے تھا۔ کہ ہر ایک صوبہ کی انجمنوں کو بھی دعوت دیتی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھتی۔ کہ ان کی طرف سے جو نمائندے آئیں۔ وہ صرف اکثریت کے نمائندے نہ ہوں۔ بلکہ اقلیتوں کے نمائندے بھی شامل ہوں تاکہ ہندوستان کی مختلف جماعتوں کے خیالات کو سننے کے بعد کسی فیصلہ پر پہنچا جائے۔ لیکن نسبتی نیابت کی حمایت کا دعوےٰ کرنے والے کرتے ہیں۔ تو کیا۔ کہ صرف ان انجمنوں کو دعوت دیتے ہیں۔ جو اصولاً ہندو نقطہ نگاہ سے متفق ہیں۔ یعنی مشترک انتخاب کے حامیوں کو۔ ان انجمنوں کے نام پڑھ جاؤ۔ جن کے نام نہرو رپورٹ کے صفحہ ۲۰ و ۲۱ پر لکھے ہیں۔ ایک انجمن بھی ان میں ایسی نہیں ہے۔ کہ جو جداگانہ انتخاب کی حامی ہو۔ پس صرف ان انجمنوں کو بلانا جو پہلے سے اس اصل پر متحد تھیں۔ جس کے متعلق ہندوستان کے مسلمانوں کا ایک بڑا حصہ اختلاف رکھتا ہے۔ کیا یہ نہیں بتاتا۔ کہ یہ کانفرنس آل پارٹیز کانفرنس نہ تھی۔ بلکہ ایک خیال کی مختلف جماعتوں کی کانفرنس تھی*

اس سوال کی حقیقت اس واقعہ کے یاد کرنے سے پوری طرح کھل جاتی ہے۔ جسے نہرو کمیٹی نے دبا دیا ہے۔ اور وہ شملہ کے مسلمانوں کی آل پارٹیز کانفرنس ہے۔ نہرو کمیٹی نے اس امر کا تو ذکر کیا ہے۔ کہ دہلی میں مسلم لیڈروں نے ایک جلسہ کر کے بعض شرائط کے ماتحت مخلوط انتخاب کو تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن یہ ذکر وہ بالکل چھوڑ گئی ہے کہ اس مشورہ کو قوم کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک آل انڈیا مسلم کانفرنس بھی شملہ کے مقام پر منعقد کی گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جب چند مسلم لیڈروں نے دہلی میں مخلوط انتخاب کو بعض شرائط کے ساتھ تسلیم کر لیا۔ تو اس پر ہندوستان میں بہت چہ میگوئیاں ہوئیں۔ اور ان لیڈروں کو معلوم ہو گیا۔ کہ مسلمانوں کا اکثر حصہ ان کی اس تجویز سے متفق نہیں ہے۔ اسی عرصہ میں ناگپور میں ہندو مہا سبھا کا جلسہ ہوا۔ اور اس میں مسٹر کیلکر نے بحیثیت پریذیڈنٹ ایک تقریر کی۔ جس میں مسلمانوں کے مطالبات کے متعلق ایسا رویہ اختیار کیا۔ کہ بعض مسلم لیڈر اپنی غلطی کو محسوس کرنے لگے۔ اس پر مسلم لیگ نے ستمبر ۲۷ء میں شملہ میں ہندوستان کی مختلف جماعتوں کے نمائندوں کو بلایا۔ اور اپنی دعوت کو صرف لیگ کے ممبروں تک محدود رکھا۔ مجھے بھی اس موقعہ پر دعوت دی گئی۔ میں ایسی مجالس میں جایا تو نہیں کرتا۔ لیکن اس وقت چونکہ اتفاقاً مذہبی مسودہ قانون کی بابت کوشش کرنے کے لئے میں شملہ گیا ہوا تھا۔ میں بھی اس آل پارٹیز مسلم کانفرنس میں شامل ہوا۔ دو دن کی بحث کے بعد ایک زبردست اکثریت جداگانہ انتخاب کی تائید میں ثابت ہوئی۔ اور اگر ووٹ لئے جاتے۔ تو یقیناً ۷۰ فیصدی ممبر جداگانہ انتخاب کی تائید میں ہوتے۔ جو لوگ مخلوط انتخاب کی تائید میں تھے۔ ان میں سے بھی اکثر نے اقرار کیا۔ کہ ان کی ذاتی رائے مخلوط انتخاب کی تائید میں ہے لیکن ان کے ہم وطنوں کی رائے جداگانہ انتخاب کے حق میں ہے وہ ایک قابل دید نظارہ تھا۔ مسٹر جناح کی تمام کوششوں کے باوجود مختلف صوبہ جات اور مختلف جماعتوں کے نمائندے جداگانہ انتخاب کے حق کو چھوڑنے پر تیار نہیں تھے۔ آخر مسٹر جناح نے جو پریذیڈنٹ . . . ا۔ مگر صاف لفظوں میں کہا۔ ووٹ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ کوئی باقاعدہ ایسوسی ایشن نہیں۔ وہ مسلمانوں کی عام رائے کو سمجھ گئے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ ان کی رائے مخلوط انتخاب کے حق میں ہے۔ مگر وہ مسلمانوں کے نائب ہونے کی حیثیت سے ہندوؤں سے سمجھوتہ کے وقت اس امر کو پیش کریں گے۔ جس طرف مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

یہ کانفرنس دہلی کے بیس مسلم لیڈروں کے فیصلہ پر غور کرنے کے لئے بیٹھی تھی۔ اور اس میں مخالف اور موافق ہر قسم کے خیالات کے لوگ تھے۔ لیکن باوجود اس کے کہ اس کے سامنے نہ مدراس کانگرس کے ریزولیوشن تھے۔ اور نہ نہرو کمیٹی کے۔ بلکہ دہلی کے مسلم لیڈروں کی تجویز تھی۔ جو مدراس کانگرس اور نہرو کمیٹی کی نسبت مسلمانوں کی رائے کے بہت زیادہ قریب تھی۔ مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کے نمائندوں کی ایک زبردست اکثریت نے اسے رد کر دیا۔ حتیٰ کہ خود اس تجویز کے مجوزوں میں سے بھی بعض آدمی جیسے کہ سر محمد شفیع اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ پس جب کہ مسلمانوں کا ایک اجتماع مخلوط انتخاب کی تجویز کو رد کر چکا تھا۔ تو اس سے یہ بات ظاہر ہو چکی تھی۔ کہ مسلمانوں کی اکثریت مخلوط انتخاب کے مخالف ہے۔ پھر باوجود اس کے آل پارٹیز کانفرنس نے کیوں ان مخالف خیال والوں کو دعوت نہیں دی۔ اگر نہیں دی۔ تو بھی وہ تمام خیالات کے نمائندہ نہیں کہلا سکتے اور اگر دی۔ اور انہوں نے اس دعوت کو رد کر دیا۔ تو بھی ثابت ہوا۔ کہ ہندوستان کی ایک زبردست قوم کی اکثریت کو اس آل پارٹیز کانفرنس پر کسی قسم کا کوئی اعتبار نہ تھا۔ حتیٰ کہ وہ اس کے جلسوں میں شامل ہونا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔ پس اس کانفرنس کو ہندوستان کا نمائندہ کون کہہ سکتا ہے۔

مگر میں جو واقعات اوپر نہرو رپورٹ سے نقل کر آیا ہوں ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کانفرنس کلکتہ لیگ کی بھی جو درحقیقت ایک ہی مسلمانوں کی آواز تھی نمائندہ نہ تھی کیونکہ نہرو رپورٹ میں تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل نے اپنے نمائندوں کو یہ ہدایت دی تھی۔ کہ جب تک کلکتہ سیشن کے پاس کردہ ریزولیوشن کو پہلے تسلیم نہ کر لیا جائے۔ اس وقت تک وہ اس کارروائی میں حصہ نہ لیں۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ اس ریزولیوشن کو لیگ نے کب منسوخ کیا۔ نہرو رپورٹ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس ہدایت کو کبھی بھی منسوخ نہیں کیا گیا۔ پس جب اس ہدایت کو منسوخ نہیں کیا گیا۔ تو بمبئی کانفرنس کی تجویز کے ماتحت جو سب کمیٹی بنی تھی۔ اس میں مسلم لیگ کے نمائندے اسی ہدایت کے ماتحت ممبر ہوئے تھے۔ نہ کہ اس سے آزاد ہو کر اور وہ ہدایت یہ تھی۔ کہ کلکتہ لیگ کے ریزولیوشن کو کلی طور پر تسلیم کئے بغیر مسلم لیگ قانون اساسی پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ بمبئی کانفرنس کے دوران میں یا اس کے بعد کوئی جلسہ لیگ کا ایسا نہیں ہوا جس میں اس شرط کو توڑ دیا گیا ہو۔ پھر کس طرح جائز ہو سکتا تھا۔ کہ لیگ کے نمائندے اپنے اختیار سے باہر جا کر کوئی کام کریں۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا نہرو کمیٹی نے کلکتہ ریزولیوشن کو کلی طور پر تسلیم کیا۔ وہ خود اقرار کرتی ہے کہ نہیں (دیکھو نہرو رپورٹ ص۔ مسلم نمائندے تسلیم کرتے ہیں۔ کہ نہیں۔ اور اگر نہرو کمیٹی نے کلکتہ ریزولیوشن کو تسلیم نہیں کیا۔ تو لیگ کے فیصلہ کے مطابق اس کے نمائندوں کو اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کی اجازت ہی کب ہو سکتی تھی۔ اور اگر وہ باوجود کونسل کی ہدایت کے اس کمیٹی کے ساتھ بیٹھے رہے ہیں۔ تو یقیناً وہ لیگ کے نمائندے نہ تھے۔ وہ لیگ

KHILAFAT LIBRARY

کونسل کے فیصلہ کے مطابق اسی وقت سے لیگ کی نمائندگی سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ جب سے انہوں نے کلکتہ ریزولیوشن کے خلاف فیصلہ کونسل کر کمیٹی سے قطع تعلق نہیں کیا۔ اور اس صورت میں یہ بات خوب اچھی طرح ظاہر ہے۔ کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا وہ حصہ جو مسٹر جناح کی صدارت میں کام کرتا ہے۔ اس کی نیابت بھی اس کمیٹی کو حاصل نہ تھی۔ اور اس طرح یہ کمیٹی مسلمانوں کے نمائندوں سے بالکل خالی تھی۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ مولانا شوکت علی مسٹر محمد یعقوب۔ حسرت موہانی۔ مولوی شفیع داؤدی اور دوسرے مسلم لیگ اور خلافت کے سرکردہ ممبر نہرو کمیٹی کی مخالفت کر رہے ہیں؛

مجھے اس تفصیل سے اس مسئلہ پر اس لئے لکھنا پڑا ہے کہ میں نہایت ہی تکلیف سے دیکھ رہا ہوں۔ کہ ہندوستان کے کروڑوں لوگوں کو گائے اور بیل کی طرح ہانکا جا رہا ہے۔ سو دو سو آدمی ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے فیصلہ کو بڑے موٹے لفظوں میں ہندوستان کے لیڈروں کا فیصلہ قرار دیکر شائع کر دیتے ہیں۔ کوئی نہیں پوچھتا۔ کہ لیڈر ان لوگوں کو کس نے بنایا ہے۔ دنیا کے کسی ملک میں اس سے زیادہ ذلت اور حقارت جمہور کی نہیں کی جاتی۔ وہ اس سے جس طرح چاہیں معاملہ کریں۔ میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ جب میں نے پچھلے سال یونیٹی کانفرنس میں دیکھا۔ کہ مجتمع شدہ لوگوں میں سے بھی بعض کو بعض لوگ ڈانٹتے تھے۔ کہ اپنے لیڈروں کی قدر کیوں نہیں کرتے۔ اور ان کی بات کیوں نہیں مانتے۔ میرا دل کئی بار چاہا۔ کہ پوچھوں۔ کہ کیوں صاحب ان بعض احباب کو باقی لیڈروں کا لیڈر کس نے بنایا ہے۔ مگر آداب مجلس کی وجہ سے خاموش رہا۔ مگر میں نے اس بنا پر شملہ میں ایک لیکچر دیا۔ اور اس میں یہ بیان کیا۔ کہ ہندوستان لیڈروں کی کمی کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ پیرووں کی کمی کی وجہ سے نقصان اٹھا رہا ہے۔ ہر ایک جو سیاست میں کچھ حصہ لیتا ہے۔ اپنے آپ کو لیڈر سمجھنے لگتا ہے۔ اور کبھی خیال نہیں کرتا۔ کہ میرے پیچھے کوئی جماعت ہے بھی یا نہیں۔ سائمن کمیشن کی آمد پر جو میں نے ٹریکٹ شائع کیا تھا۔ اس وقت بھی میں نے لکھا تھا۔ کہ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ ہر شہر اور قصبہ میں مسلمان اپنی انجمنیں بنائیں اور تمام مختلف الخیال مسلمانوں کو ان کا ممبر بنائیں۔ اور پھر ہر ایک تجویز کے متعلق ہر شہر اور قصبہ سے آواز بلند ہو۔ تاکہ معلوم ہو سکے۔ کہ مسلمانوں کی عام رائے کیا ہے۔ اور بعض بلند آہنگ لوگ اپنی رائے کو مسلمانوں کی رائے نہ قرار دے سکیں۔ اب میں پھر اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ کہ نہ آل انڈیا کانفرنس ہندوستان کی نمائندہ تھی اور نہ نہرو کمیٹی مسلمانوں کے کسی فریق کی ہی نمائندہ تھی۔ ایک خاص خیال کے لوگوں کی ایک کانفرنس ہوئی۔ اور اس میں سے بھی مسلمانوں کی نیابت کو عملاً خارج کر کے ایک کمیٹی مقرر کر دی گئی۔ جس کی رپورٹ اب ہندوستان کے نمائندوں کی رپورٹ کے نام سے مشہور کی جا رہی ہے؛

کہا جا سکتا ہے۔ کہ نہرو کمیٹی یا آل پارٹیز کانفرنس سب فرقوں اور جماعتوں کی نمائندہ نہ سہی۔ لیکن اگر وہ ایک ایسی رپورٹ پیش کرتی ہے۔ جس میں مختلف اقوام کے حقوق کی نگہداشت کر دی گئی ہے۔ تو کیا اسے رد کر دیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ہرگز نہیں۔ اگر وہ رپورٹ ایسی ہی ہے۔ تو ہم اسے ضرور قبول کرینگے۔ لیکن ہماری بے اعتباری جو اس وقت تک ہندو مسلم فسادات کا سب سے بڑا موجب ہے۔ اور بھی بڑھ جائیگی۔ اور ہمارے دل ضرور یہ کہیں گے۔ کہ جب قانون اساسی کے بناتے ہوئے مسلمانوں کی نیابت کا خیال نہیں رکھا گیا۔ تو آئندہ چھوٹے قوانین بناتے ہوئے مسلمانوں کے احساسات کا خیال کب رکھا جائے گا۔ مگر بہرحال چونکہ رپورٹ ہمارے سامنے آگئی ہے اس لئے اس کے حسن و قبح کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اور میں افسوس سے کہتا ہوں۔ کہ اس پر غور کرنے کے بعد بھی اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ یہ سکیم ہرگز ملک کے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً مسلمانوں کو تو اس سے سخت نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے؛

مسلمانوں کے مطالبات اور ان کے بواعث

پیشتر اس کے کہ میں نہرو رپورٹ کی تجاویز پر بحث کروں میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کے مطالبات کیا ہیں۔ اور کیوں ہیں۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کہ اس وقت مسلمانوں میں سیاسی نقطہ نگاہ سے دو پارٹیاں ہیں۔ ایک پارٹی جو زیادہ تر پنجاب اور یوپی میں کے مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اس کے اصولی مطالبات جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ ہیں۔ کہ آئندہ ہندوستان کے لئے جو قانون اساسی تیار ہو اس میں ان امور کو مد نظر رکھا جائے۔

پہلا مطالبہ یہ ہے۔ حکومت کا طریق فیڈرل یا اتحادی ہو۔ یعنی تمام صوبہ جات کامل طور پر خود مختار سمجھے جائیں۔ برطانیہ جس قدر اور جس وقت اپنا قبضہ کم کرتا جائے۔ اس کے چھوڑے ہوئے اختیارات مختلف صوبہ جات ملک کو ملتے جائیں۔ ہاں چونکہ ملک کے انتظام کے لئے ایک مرکزی نظام کی بھی ضرورت ہے۔ جو امور مشترک ہوں۔ وہ ہندوستانی مرکزی حکومت کے سپرد صوبہ جات کی طرف سے کئے جائیں۔ گویا یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ ہندوستانی مرکزی حکومت صوبہ جات کو اختیار دیتی ہے۔ بلکہ یہ سمجھا جائے کہ صوبہ جات ایک منظم گورنمنٹ کے چلانے کے لئے اپنے بعض اختیارات ایک مرکزی حکومت کو دیتے ہیں۔ اگر اس اصل کو تسلیم کر لیا جائے۔ جو ایک مجرب اصل ہے۔ اور امریکہ کی ریاستہائے متحدہ سوئٹزرلینڈ ساؤتھ افریقہ اور آسٹریلیا میں نہایت کامیاب صورت میں جاری ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ فارن معاملات افواج کے انتظام ڈاکخانہ کسٹمز وغیرہ کے علاوہ باقی سب معاملات کا فیصلہ ہر صوبہ کی کونسلیں اپنی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر کرینگی۔ اور مرکزی حکومت کو ان کے کاموں میں دخل اندازی کا حق نہ ہوگا۔

مسلمان اس مطالبہ کو اس لئے پیش کرتے ہیں۔ کہ ہر قوم کو اپنے طور پر ترقی کرنے کا موقعہ ملے۔ اور تاکہ باوجود اس کے کہ مسلمان بعض صوبوں میں کثیر التعداد ہیں۔ ہندوستانی مرکزی گورنمنٹ کی دخل اندازی کا شکار نہ ہوں۔ جس میں ہندو اکثریت ہوگی۔ اب فرض کرو۔ کہ بنگال۔ پنجاب۔ سندھ میں مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ لیکن اگر فیڈرل حکومت کا طریق ہندوستان میں رائج نہ ہوگا تو ہندوستان کی مرکزی حکومت کو ہر وقت اختیار ہوگا۔ کہ وہ ان صوبوں کی ترقی میں روک بن جائے۔ اور آئے دن ان کے انتظام میں نقص نکال کر ان کے بعض اختیارات کو واپس لے لے۔ یا ان کے پاس کردہ قوانین کو رد کر دے۔ اور اس طرح مسلمانوں کی اکثریت کا کچھ بھی فائدہ نہ رہے۔ یہ ایک خیالی شبہ نہیں ہے۔ بلکہ نہرو کمیٹی کی رپورٹ نے اس شبہ کو قوی کر دیا ہے۔ نہرو کمیٹی سندھ کی علیحدگی پر بحث کرتے ہوئے لکھتی ہے:-

"ہمیں شبہ ہے۔ کہ علیحدگی (سندھ) کی مخالفت کسی بڑے قومی خیال کی بنا پر نہیں ہے۔ بلکہ مادی اقتصادی خیالات پر مبنی ہے۔ ہندوؤں کو ڈر ہے۔ کہ اگر جداگانہ صوبہ میں مسلمانوں کو اختیارات حاصل ہوئے۔ تو ہندوؤں کی اقتصادی برتری کو نقصان پہونچیگا۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ یہ خوف بلاوجہ

ہے۔ ہندوستان کی تمام باشندوں میں سے سندھ کا ہندو اقدام ونفوذ کا مادہ سب سے زیادہ رکھتا ہے۔ سیاح اسے دنیا کے ہر گوشہ میں نہایت کامیاب تجارت کرتا ہوا اور اپنی کمائی سے اپنے ملک کی دولت بڑھاتا ہوا پاتا ہے کوئی شخص اس اقدام کی طاقت کو سندھ کے ہندوؤں سے چھین نہیں سکتا۔ اور جب تک یہ طاقت ان میں موجود ہے۔ اسوقت تک ان کا مستقبل بالکل محفوظ ہے۔ نیز اس امر کو بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ صوبہ جات کی حکومتوں کے اختیارات محدود ہونگے۔ اور ایک مرکزی حکومت موجود ہوگی۔ جو تمام اہم محکمہ جات کے متعلق اختیارات رکھتی ہوگی،،

(نہرو رپورٹ صہ ۳۲)

اوّل تو اس عبارت کو پڑھ کر اور دوسری طرف مسلمانوں کے خوف کے متعلق نہرو رپورٹ نے جو کچھ لکھا ہے۔ اسی سے انسان معلوم کر لیتا ہے۔ کہ مسلمانوں سے کس قسم کی ہمدردی کی جائیگی۔ کیونکہ جہاں ہندوؤں کے خوف کو اس محبت اور ادب سے دُور کیا ہے۔ مسلمانوں کے خوف کے متعلق اسی رپورٹ میں لکھا ہے:۔

"ایک نووارد ان اعداد کو دیکھکر اور مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ لگا کر غالباً یہی خیال کرے گا۔ کہ مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کے خود قابل ہیں۔ اور انہیں کسی خاص حفاظت اور چمچوں کے ذریعہ دودھ پلانے کی ضرورت نہیں ہے۔" (صہ ۲۸)

گویا کہ مسلمان کے جذبات اس رپورٹ کے لکھنے والے کے نزدیک کچھ بھی قیمت نہیں رکھتے۔ جبکہ ہندو کا دل دکھانا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ مگر اس کے علاوہ اوپر کے حوالے سے یہ بھی صاف طور پر عیاں ہے۔ کہ رپورٹ لکھنے والے سندھ کے ہندوؤں کو تسلی دلاتے ہیں۔ کہ وہ سندھ میں مسلمانوں کی کثرت سے نہ گھبرائیں۔ کیونکہ اوپر ہم جو مرکزی گورنمنٹ والے موجود ہیں۔ جب اور جس وقت تمہاری اقتصادی برتری کو صدمہ پہونچنے لگے گا۔ ہم دخل اندازی کرینگے گو لفظ ایک حد تک احتیاط کیساتھ استعمال کئے گئے ہیں۔ مگر یہ مضمون بین السطور واضح ہے۔ کہ مرکزی گورنمنٹ نے اپنے ہاتھوں میں طاقتیں اسی لئے رکھی ہیں۔ تاکہ صوبہ جات میں ہندوؤں کے حقوق کی حفاظت کی جا سکے۔ ہم خود نہیں چاہتے۔ کہ کسی کا حق مارا جائے۔ مگر ہمیں یہ شبہ ہے۔ کہ مرکزی گورنمنٹ مسلم اکثریت والے صوبوں کے کاموں میں نہ صرف اسی وقت دخل نہ دیگی۔ جبکہ ہندوؤں کے حقوق تلف ہو رہے ہوں۔ بلکہ بے جا دخل دیکر مسلمان صوبوں کو ترقی کے راستہ سے روک دیگی۔ جس طرح کے پچھلے زمانہ میں یورپین طاقتیں ٹرکی میں مسلمانوں کی ترقی کے راستہ میں روک ڈالا کرتی تھیں لیکن یہی وجہ نہیں۔ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ ہندوستان کی وسعت اور اس کی زبانوں اور قوموں اور عادات کا اختلاف چاہتا ہے۔ کہ ہر صوبہ الگ الگ آزادانہ ترقی کرے۔ ملکی حکومت کبھی بھی ہندوستان کے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ فیڈرل اصول پر ہو۔ اور فیڈرل یعنی اتحادی اصول پر حکومت کوئی غیر مجرب شے نہیں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اس اصل پر حکومت کر رہی ہے اور اس وقت سب دنیا کی حکومتوں سے طاقتور اور مالدار ہے۔ ہاں یہ قانون ضرور ہونا چاہیئے۔ کہ صوبہ جات کو کسی وقت اور کسی صورت میں بھی مرکزی حکومت سے علیحدہ ہونے کا اختیار نہ ہوگا۔

KHILAFAT LIBRARY

یہ ذمہ داری ہر ایک صوبہ اپنے اوپر لے گا۔ تو ہندوستان کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا کوئی احتمال نہ رہے گا۔ جیسا کہ ایک وقت ریاست ہائے متحدہ کو خطرہ ہوا تھا۔

دُوسرا مطالبہ اس پارٹی کا یہ ہے۔ کہ مختلف اقوام کی نیابت کے متعلق اس اصل کو تسلیم کر لیا جائے۔ کہ جن صوبوں میں کسی قوم کی اقلیت کمزور ہے۔ ان میں اس کے ہر قسم کے خیالات کے لوگوں اور ہر قسم کے فوائد کی نیابت کا راستہ کھولنے کے لئے جس قدر ممبریوں کا اسے حق ہو۔ اس سے زیادہ ممبریاں اسے دیدی جائیں۔ لیکن جن صوبوں میں کہ اقلیت والی قوم یا اقوام مضبوط ہوں۔ وہاں انہیں ان کی اصلی تعداد کے مطابق حق نیابت دیا جائے۔ کیونکہ ان صوبوں میں اگر اقلیت کو زیادہ حقوق دیئے گئے۔ تو اکثریت اقلیت میں تبدیل ہو جائیگی۔ اس اصل کے ماتحت پنجاب اور بنگال میں ہر ایک قوم کو اس کی تعداد کے مطابق حق ممبری دیا جائے گا۔ کیونکہ ان دونوں صوبوں میں گو مسلمان زیادہ ہیں مگر صرف پچپن اور چون فی صدی ہیں۔ اور اگر ان کے حق میں سے کچھ کم کر کے ہندوؤں یا سکھوں کو دیا جائے۔ تو مسلمانوں کی اکثریت اقلیت سے بدل جاتی ہے۔ اور حکومت میں غلبہ ان صوبوں میں بھی ہندوؤں کا ہی ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف۔ یو۔ پی۔ بہار۔ بمبئی۔ مدراس اور سی۔ پی میں ہندوؤں کی اکثریت بہت زیادہ ہے۔ اور مسلمان بہت کم ہیں۔ پس مسلمانوں کو اوپر کے قاعدہ کے مطابق اپنے حق سے زیادہ ممبریاں ملنی چاہیئیں۔ تاکہ ان کی مختلف جماعتوں کو نیابت کا موقعہ مل جائے۔ اور اس طرح مسلمانوں کو زیادہ حق دینے سے ہندوؤں کا کوئی نقصان بھی نہیں۔ کیونکہ وہ پھر بھی مسلمانوں سے بہت زیادہ رہیں گے۔ اسی طرح صوبہ سرحدی۔ صوبہ سندھ۔ اور صوبہ بلوچستان میں مسلمان بہت زیادہ ہیں۔ پس ان تینوں صوبوں میں ہندوؤں کو ان کے حق سے زیادہ ممبریاں ملنی چاہیئیں۔ تاکہ ان کے ہر قسم کے فوائد کی کونسلوں میں نیابت ہو جائے۔

اسی کے ساتھ یہ مطالبہ بھی ہے۔ کہ چونکہ کل ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد صرف پچیس فیصدی ہے۔ اس لئے انہیں مرکزی حکومت میں کم سے کم تینتیس فیصدی نیابت کا حق دیا جائے۔ یعنی جب تک مسلمان تینتیس فیصدی سے کم ہیں۔ انہیں تینتیس فیصدی نیابت کا حق ہو۔ جب وہ مقدار میں اس نسبت سے بڑھ جائیں۔ تو پھر جس قدر حق ان کا بنتا ہو۔ وہ انہیں دیا جائے۔

تیسرا مطالبہ یہ ہے۔ کہ جب تک ہندوؤں اور مسلمانوں میں اعتبار قائم نہ ہو جائے۔ اس وقت تک سب صوبوں میں اور کم سے کم پنجاب اور بنگال میں۔ کہ جن میں مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں سے تھوڑی ہی زیادہ ہے۔ جداگانہ انتخاب کا طریق جاری رہے۔ تاکہ مسلمانوں کے نمائندے واقعہ میں مسلمانوں کے نمائندے ہوں۔ اور ہندو اثر کے ماتحت ہو کر مسلمانوں کے فوائد سے کوتاہی کرنے والے نہ بنیں۔

چوتھا مطالبہ یہ ہے۔ کہ صوبہ سرحدی اور بلوچستان کو دوسرے صوبوں کی طرح نیابتی حکومت دی جائے۔ اور سندھ کو الگ صوبہ بنا کر اسے بھی نیابتی حکومت دی جائے ؞

نور کی تبلیغی کام کی عمدگی کیمتعلق

ایک پنشنر جج چیف کورٹ کی شہادت

جناب سید عبد المجید صاحب پنشنر جج چیف کورٹ کپورتھلہ سے لکھتے ہیں کہ جناب محترم شیخ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مجھے آپکی کتب اظہار حق سکھ اور مسلمان، اسلام اور سکھ ازم کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ نہایت تدقیق اور تحقیق اور متانت سے یہ کتابیں لکھی گئی ہیں جزاک اللہ احسن الجزاء۔ انہیں وہ بیہودہ اور نامعقول ذہنیت مطلقاً نہیں پائی جاتی۔ جو جدید مذہب اختیار کرنے والے اپنے قدیمی مذہب کی نسبت اختیار کیا کرتے ہیں۔ مثلاً . . . .

KHILAFAT LIBRARY

پانچواں مطالبہ یہ ہے۔ کہ کسی صوبہ میں بھی اکثریت کو اقلیت کی زبان یا اس کے طرز تحریر میں دخل دینے کا حق نہ ہو۔ بلکہ اقلیت اگر اپنی زبان کو زندہ رکھنا چاہے۔ تو اس زبان کی تعلیم کا سکولوں میں انتظام کرنا حکومت کے لئے ضروری قرار دیا جائے ❊

چھٹا مطالبہ یہ ہے۔ کہ حکومت کو مذہب یا مذہب کی تبلیغ میں دخل دینے کا کوئی حق نہ ہو۔ نہ تبدیل مذہب کے لئے وہ کوئی پابندیاں مقرر کر سکے۔ اور نہ حکومت کو کوئی ایسا قانون پاس کرنے کا اختیار ہو۔ جو کہ کسی قوم کی تمدنی یا اقتصادی حالت کو نقصان پہنچانے والا ہو جیسے مثلاً گائے کی ذبح کے متعلق یا اسی قسم کے اور امور کے متعلق۔ اس قسم کے قوانین اسی وقت پاس کئے جا سکیں۔ جبکہ خود اس قوم کے ۳/۴ ممبران کی تائید میں ہوں۔ جن پر اس قانون کا خاص طور پر اثر ہوتا ہے۔

میری طرف سے ساتواں مطالبہ یہ بھی پیش ہوتا رہا ہے۔ کہ ان حقوق کو قانون اساسی میں داخل کیا جائے۔ اور قانون اساسی اس وقت تک نہ بدلا جا سکے۔ جب تک کہ منتخب شدہ ممبروں میں سے ۳/۴ ممبر اس کے بدلنے کی رائے نہ دیں۔ اور یہی کافی نہ ہو۔ بلکہ اس کے بدلنے کے لئے یہ شرط بھی ہو۔ کہ تین دفعہ کے متواتر منتخب شدہ مجالس آئینی پے در پے ۲/۳ رائے سے اس کے بدلنے کا فیصلہ کریں۔ اور قانون اساسی کا جو حصہ کسی خاص قوم کے حقوق کے متعلق ہو۔ اس کے متعلق یہ شرط ہو۔ کہ جب تک اس قوم کے ۳/۴ ممبر جس کے حقوق کی حفاظت اس قانون میں تھی۔ اس کے بدلنے کے حق میں نہ ہوں۔ اور تین متواتر طور پر منتخب شدہ کونسلوں میں وہ اس تبدیلی کے حق میں ووٹ نہ دیں۔ اسے پاس نہ سمجھا جائے۔ اور پھر اسی صوبہ میں اس تبدیلی کا نفاذ ہو۔ جس صوبہ کی کونسل کے اس قوم کے ۳/۴ منتخب شدہ ممبر اس کے نفاذ کے حق میں رائے دے دیں۔ اگر یہ شرط نہ لگائی گئی۔ تو ہندوؤں کو ہر وقت اختیار ہوگا۔ کہ اپنی اکثریت کے زور سے قانون کو بدل دیں۔ اور ان حفاظتی تدابیر کو منسوخ کر دیں۔ جنہیں قانون اساسی کے بناتے ہوئے مسلمانوں کی خاطر منظور کر لیا جائے ❊

کلکتہ لیگ کے مطالبات

کلکتہ لیگ۔ جس کی نمائندگی کا نہرو کمیٹی کو دعوے ہے۔ اس کا فیصلہ یہ تھا۔ کہ اس کے نمائندے کانگریس کے ساتھ قانون اساسی بنانے میں شریک ہوں۔ مگر ان امور کا خیال رکھیں کہ

۱۔ سندھ ایک مستقل اور خود مختار صوبہ بنایا جائے۔

۲۔ صوبہ سرحدی اور بلوچستان میں بھی اصلاحات جاری کی جائیں۔ اور باقی صوبوں کے برابر اختیارات ان کو بھی دیئے جائیں۔

۳۔ موجودہ حالات میں مختلف صوبہ جات میں جداگانہ انتخاب مسلمانوں کی نمائندگی کے لئے ضروری ہے اور مسلمان اس حق کو ہرگز نہیں چھوڑینگے۔ جب تک کہ سندھ کو ایک مستقل اور خود مختار صوبہ نہ بنا دیا جائے۔ اور صوبہ سرحدی اور بلوچستان میں اصلاحات نہ جاری کر دی جائیں ❊

جب یہ شرطیں مکمل طور پر پوری ہو جائیں۔ تب مسلمان جداگانہ انتخاب کو مشترکہ انتخاب کے حق میں چھوڑنے کے لئے تیار ہوں گے۔ مگر اس شرط سے کہ آبادی کے تناسب سے ہر قوم کی نیابت محفوظ ہو۔ سوائے ان صورتوں کے جو ذیل میں درج ہیں

الف:۔ صوبہ سرحدی۔ بلوچستان اور سندھ میں مسلمان ہندوؤں کو ان کے جائز حقوق سے زیادہ اسی قدر حق دینگے جس قدر زائد حقوق کہ ہندو دوسرے صوبوں میں جن میں ان کی اکثریت ہوگی۔ مسلمانوں کو دینگے ❊

با:۔ مرکزی حکومت میں موجودہ نیابت سے کم مسلمانوں کو نہ ملے گی ❊

اس کے علاوہ لیگ نے مدراس کانگریس کے فیصلہ کو جو حریت ضمیر مذہبی قانون سازی اور گائے اور باجا کے سوال کے متعلق تھا۔ قبول کرتے ہوئے فیصلہ کیا۔ کہ اسے بھی اوپر کے ریزولیوشن کے ساتھ شامل کیا جائے۔ بعض امور جو دوسری پارٹی کے مطالبات میں ہیں۔ وہ اس میں چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ کلکتہ لیگ ان کے مخالف ہے۔ مثلاً حکومت اتحادی کا مطالبہ ان مطالبات میں شامل نہیں۔ لیکن جب ہم ان تقریروں کو دیکھتے ہیں۔ جو اس موقعہ پر کی گئی تھیں تو ہمیں صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کلکتہ لیگ کے ممبروں کے دماغ میں یہ بات موجود تھی۔ کہ صوبہ جات کو کامل آزاد حکومت حاصل ہوگی مثلاً مولانا ابوالکلام آزاد نے جو تقریر اس وقت کی تھی۔ اس کا مندرجہ ذیل فقرہ اپنے مضمون پر خود شاہد ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"اب تو ہندو صوبوں کے مقابل میں مسلمانوں کے پاس پانچ صوبے ہونگے اور جو سلوک بھی ہندو ان نو صوبوں میں مسلمانوں سے کرینگے مسلمان وہی سلوک اپنے پانچ صوبوں میں ہندوؤں سے کرینگے۔ کیا یہ ایک بڑی کامیابی نہیں ہے؟ کیا مسلمانوں کے حقوق کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک نیا ہتھیار نہیں ملگیا؟"

(سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲ جنوری ۱۹۲۸ء صفحہ)

یہ فقرہ بتاتا ہے۔ کہ مولوی ابوالکلام صاحب آزاد کے ذہن میں اس وقت یہی تھا۔ کہ صوبہ جات کامل طور پر خود مختار ہونگے۔ ورنہ اگر سب اہم اختیارات مرکزی حکومت کے ہاتھ میں ہونے تھے۔ اور صوبہ جات کے کاموں میں اسے دخل دینے کا اختیار حاصل ہونا تھا۔ تو پھر مسلمانوں کو کونسا نیا ہتھیار ملتا ہے۔ مرکزی حکومت جس میں ہندو اکثریت لازمی ہے۔ ہر وقت مسلم صوبہ جات کے کام میں دخل دے سکتی ہے۔ جیسا کہ نہرو رپورٹ والوں نے دبے الفاظ میں سندھ کے ہندوؤں سے وعدہ بھی کیا ہے۔ یا اسی طرح مثلاً زبان کا سوال ہے۔ کلکتہ لیگ نے زبان کے سوال کو نہیں اٹھایا۔ لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ اس سوال کو اہمیت نہیں دیتی تھی۔ بلکہ محض اس وجہ سے کہ اس سوال کو کانگریس پہلے حل کر چکی تھی۔ اور ملک کی زبان ہندوستانی یا اردو تسلیم کر چکی تھی۔ جس کی تحریر فارسی یا ناگری رسم الخط دونوں میں جائز ہوگی۔ پس کلکتہ لیگ نے یہ سمجھا۔ کہ جو فیصلہ کانگریس پہلے کر چکی ہے۔ اسے نہرو کمیٹی نظر انداز نہیں کریگی۔

غرض گو بعض باتیں کلکتہ سشن کے ریزولیوشن میں نہیں ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ کلکتہ سشن ان کے مخالف تھا۔ کلکتہ سشن جس امر میں لاہور سشن سے مخالف ہے۔ وہ صرف یہ بات ہے۔ کہ لاہور کہتا ہے۔ ان صوبوں کا الگ کرنا ہمارا حق ہے۔ پس ہم اس حق کا مطالبہ بھی کرینگے۔ اور جداگانہ انتخاب کو بھی اس وقت تک نہیں چھوڑینگے۔ جب تک کہ ہمیں ہندوؤں پر اعتماد پیدا نہ ہو جائے۔ اور ہم یہ نہ دیکھ لیں۔ کہ وہ اپنے روپیہ اور اپنے رسوخ کو ہمارے تباہ کرنے پر خرچ نہیں کرتے اس اختلاف کے سوا کوئی اصولی اختلاف کلکتہ اور لاہور میں نہیں ہے۔ اور کلکتہ سشن کے بانی مبانی اور اس کی روح رواں مسٹر جناح جنہوں نے شملہ کی آل مسلم کانفرنس میں مسلمانوں کی رائے کا اچھی طرح موازنہ کر لیا تھا۔ وہ اس امر کو جانتے تھے

کہ مسلمانوں کی اکثریت ان کے ساتھ نہیں۔ بلکہ لاہور کے ساتھ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تقریر کے دوران میں فرمایا تھا:۔
"ہمیں (کلکتہ لیگ کے بانیوں کو) اس کمرہ میں اکثریت حاصل ہے۔ لیکن کیا ہمیں ملک میں بھی اکثریت حاصل ہوگی؟ (اس پر لوگوں نے کہا۔ ہاں) مسٹر جناح نے کہا۔ کہ میرے لئے اس سے زیادہ کوئی امر خوشکن نہ ہوگا۔ مگر انصاف یہ چاہتا ہے۔ کہ میں اقرار کروں۔ کہ مجھے اس امر پر اطمینان حاصل نہیں ہے۔ کہ ملک کے مسلمانوں کی اکثریت ہماری تائید میں ہے" (سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲ جنوری صفحہ ۵۔ کالم ۳)

نہرو رپورٹ کا فیصلہ

میں مسلمانوں کے مطالبات کو اوپر بیان کر چکا ہوں۔ اور یہ بھی ثابت کر چکا ہوں۔ کہ مسلمانوں کی دونو پارٹیوں میں آئندہ سوراج کے متعلق کس قدر اختلاف ہے۔ اور یہ بھی کہ مسلمانوں کی دونوں پارٹیوں میں سے "ہندوؤں کے نقطۂ نگاہ کا زیادہ پاس کرنے والی کلکتہ لیگ ہے۔ مگر وہ بھی صاف لفظوں میں یہ فیصلہ کر چکی ہے۔ کہ سوراج کی سکیم میں مسلمان اسی وقت شریک ہو سکتے ہیں۔ جبکہ اوپر کے بیان کردہ امور کا کلی طور پر فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہو جائے گویا اوپر کے مطالبات ہندو مسلم صلح کی گفتگو کے لئے بطور بنیاد نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا پہلے منظور ہو جانا ہندو مسلم کی صلح کے لئے بطور شرط ہے۔ اور اس امر میں لاہور لیگ ان سے بھی زیادہ مطالبہ کرتی ہے۔ پس اس چھوٹے مطالبہ میں کسی کمی کو وہ کب جائز قرار دے سکتی ہے۔

اس قدر اظہار کے بعد اب میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ نہرو کمیٹی مذکورہ بالا امور کے متعلق کیا فیصلہ کرتی ہے:

۱۔ پہلا سوال اتحادی یا فیڈرل طریق حکومت کا ہے۔ میں بتا چکا ہوں۔ کہ یہ سوال سب سوالات سے اہم ہے۔ اور اس کے بغیر کوئی حفاظت کا ذریعہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اکثر مسلمان اس امر کے تائید میں رائے دے چکے ہیں۔ اور مسٹر جناح کی لیگ بھی جیسا کہ مولانا ابو الکلام صاحب آزاد کے مذکورہ بالا فقرہ سے ظاہر ہے۔ اسی کی تائید میں تھی۔ لیکن نہرو رپورٹ نے بجائے اتحادی یا فیڈرل طریق حکومت کے ایک قسم کی یونی ٹیرین یا مرکزی حکومت کی تجویز پیش کی ہے۔ جو ملک کی اصل حاکم سمجھی جائیگی۔ اور صوبہ جات کے اختیار اس مرکزی حکومت سے حاصل کردہ ہونگے:

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ نہرو کمیٹی کے ہوشیار ممبر اس امر کے متعلق صفائی کے ساتھ نہیں لکھ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ فوراً مسلمان بیدار ہو جائیں گے۔ اور شور کا دبانا مشکل ہو جائیگا۔ اور چونکہ وہ ایسے اہم سوال کو بغیر اس الزام کا مورد بننے کے نظر انداز بھی نہیں کر سکتے تھے۔ کہ وہ یا تو سیاسیات سے نابلد ہیں۔ یا انہوں نے رپورٹ کے تیار کرنے میں محنت سے کام نہیں لیا۔ اس لئے انہوں نے نہایت ہوشیاری سے اپنی رپورٹ کے ساتویں باب کے شروع میں اصل تجاویز میں یہ فقرہ لکھ دیا ہے:۔ کہ
"ہم نے قانون اساسی کو مکمل صورت میں تیار کرنے کی کوشش نہیں کی" (ص ۱۰۰)

لیکن باوجود اس کے کون عقلمند آدمی کہہ سکتا ہے۔ کہ قانون اساسی کے تیار کرنے والے بغیر مورد الزام بننے کے اس امر کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ کہ آئندہ حکومت ہند کی شکل کیا ہوگی؟ لیکن نہرو کمیٹی نے ایسا کیا ہے۔ لیکن ایسا اہم سوال جو کہ قانون اساسی سے کسی صورت سے بھی جدا نہیں ہو سکتا۔ اسلئے جس امر کو تعریف کے حذف کر دینے سے چھپایا گیا ہے۔ اسے تفاصیل نے ظاہر کر دیا ہے۔ اور رپورٹ کے متعدد مقامات ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ رپورٹ نے ایک مضبوط سنٹرل اور ایک رنگ کی یونی ٹیرین گورنمنٹ تجویز کی ہے۔ چنانچہ رپورٹ کے باب تجاویز کے عنوان پارلیمنٹ کے نیچے چوبیسویں مادہ میں لکھا ہے:۔
"صوبہ جات کی کونسلوں کے اختیارات تمام ان امور پر حاوی ہیں۔ جنہیں فہرست دوم میں گنا یا گیا ہے" (ص ۱۱۱)

اسی طرح رپورٹ کے عنوان پارلیمنٹ کے نیچے تیرھویں مادہ کی پہلی شق میں یوں درج ہے۔ کہ یہ پارلیمنٹ قانون بنائے گی:
"امن نظام اور کامن ویلتھ کی حکومت کے اچھی طرح چلنے کے لئے ان تمام امور کے متعلق جو اس قانون کے مطابق صوبوں کی کونسلوں کے سپرد نہیں کئے گئے" (ص ۱۰۵)

اس فقرہ سے ظاہر ہے۔ کہ آئندہ حکومت ہند میں صوبوں سے مرکزی حکومت کو اختیارات نہیں دیئے گئے۔ بلکہ مرکزی حکومت کی طرف سے صوبوں کو اختیارات دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح صوبہ جات کی مجالس واضع قوانین کے عنوان کے نیچے مادہ تیس کے ماتحت لکھا ہے۔
"صوبہ کی آمد میں سے بادشاہ کو گورنر صوبہ کی تنخواہ کے طور پر . . . . سالانہ رقم ادا کی جائے گی۔ جو کہ جب تک کامن ویلتھ کی پارلیمنٹ کوئی دوسرا فیصلہ نہ کرے۔ اس قاعدہ کے مطابق ہوگی۔ جو ساتھ درج ہے" (ص ۱۰۹)

اس قاعدہ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ صوبہ جات کی مجالس کو مرکزی مجلس کے ماتحت رکھا گیا ہے۔ اور واضح حوالہ سول سروس کے عنوان کے نیچے ملتا ہے۔ اس عنوان کے نیچے اکیاسیویں مادہ کے ماتحت لکھا ہے:۔
"پارلیمنٹ قانون بنانے کا اختیار اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر اور معین کردہ امور کے متعلق گورنر جنرل ان کونسل یا صوبہ جات کی گورنمنٹوں کو بھی دے سکتی ہے" (ص ۱۲۱)

ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ نہرو کمیٹی نے جو قا

۷ نومبر کو یاد رکھیئے

KHILAFAT LIBRARY

(میعاد)

کیونکہ ۷ ار نومبر تک موتی سرمہ فی تولہ دو روپے آٹھ آنے۔ اکسیر الیرقان ایک ماہ کی خوراک پانچ روپے۔ موتی دانت پوڈر ایک روپیہ۔ اکسیر معدہ دو روپے۔ اکسیر جریان عہ۔ اکسیر دمہ عہ۔ ست سلاجیت ایک چھٹانک عہ۔ میں غیر معمولی رعایت یعنی فی روپیہ ۴ر اور چھ روپیہ تک کی قیمت کی ادویہ خریدنے والے سے علاوہ اس رعایت کے محصولڈاک بھی معاف کر دیا گیا ہے۔ ایسے مواقع روز روز نہیں آتے۔ محض ان ادویہ کی شہرت کے لئے یہ طریق اختیار کیا گیا ہے۔ پھر یہ موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔ لہذا آپ نہ صرف خود ہی شریک ہوں۔ بلکہ اپنے دوستوں کو بھی اس میں شامل کریں۔ پھر لطف یہ کہ اگر خدا نخواستہ ادویات مفید نہ بیٹھیں۔ تو حلفیہ شہادت پر اپنی قیمت فی الفور واپس لیں۔ اب اس سے بڑھ کر اور کیا تسلی چاہیئے۔

ملنے کا پتہ

مینجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

KHILAFAT LIBRARY

اساسی حکومت ہند کے لئے تجویز کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کے مجموعی مطالبہ کے بالکل خلاف ہے۔ مسلمانوں کا مطالبہ فیڈرل یا اتحادی گورنمنٹ کا تھا۔ جس میں کہ سب صوبے آزادانہ حکومت رکھتے ہوں۔ اور وہ اپنی مرضی سے بعض ایسے اختیارات جو بغیر مرکزی حکومت کی موجودگی کے نہیں برتے جا سکتے۔ ایک مرکزی حکومت کو تفویض کر دیں۔ اور مرکزی حکومت کو یہ اختیار حاصل نہ ہو۔ کہ وہ صوبہ جات کے اندرونی انتظام میں کسی قسم کا بھی دخل دے سکے یہ ظاہر ہے۔ کہ بغیر اس قسم کی گورنمنٹ کے مسلمانوں کو ہندوستان میں امن نہیں حاصل ہو سکتا اگر مسلمانوں کا مطالبہ سندھ۔ صوبہ سرحدی اور بلوچستان کو اختیار حاصل کرنے کا ہے۔ تو محض اس لئے کہ ہندوؤں کو اس وجہ سے ان صوبوں میں مسلمانوں پر ظلم کرنے کا خیال پیدا نہیں ہو سکے گا۔ جہاں مسلمان کم ہیں۔ کیونکہ مسلمان آزاد صوبوں میں بھی ہندو آبادی بس رہی ہوگی۔ لیکن اگر اصل اختیارات مرکزی حکومت کے ہاتھ میں ہیں۔ تو پھر اس احتیاط سے کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ جب مرکزی حکومت ہر وقت دخل دے سکتی ہے۔ تو جس وقت وہ چاہے گی۔ مسلمانوں کے صوبوں کے معاملات میں دخل دے دیگی۔ اگر کہو۔ کہ ایسا کیوں کریگی۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ اصل سوال تو ہے ہی یہی۔ کہ دونوں قوموں کو ایک دوسرے پر بے اعتباری ہے۔ اگر بے اعتباری نہیں۔ تو یہ سب شرطیں اور پابندیاں لگائی ہی کیوں جاتی ہیں۔ صاف کہدو کہ ہمیں اپنے اپنے ہندو بھائیوں پر اعتبار ہے۔ وہ جس طرح چاہیں حکومت کریں۔ ہمیں ان سے ہر ایک طرح نیک امید ہے۔ اس نتیجہ پر پہنچ جاؤ۔ تو آج ہی سب جھگڑے کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اسی وقت ہندو اٹھکر آپ لوگوں کو گلے لگالیں گے۔

۲۔ دوسرا مطالبہ یہ تھا۔ کہ جس جس صوبہ میں اقلیت نہایت کمزور ہو۔ وہاں اسے اپنے اصل حق سے زائد حق دیا جائے۔ اور جس جگہ اقلیت کمزور نہ ہو۔ وہاں اقلیت کو زائد حق نہ دیا جائے نہرو رپورٹ کا فیصلہ یہ ہے۔ کہ زائد حق کسی جگہ بھی نہ دیا جائے۔ نہ اس جگہ جہاں اقلیت کم ہو۔ اور نہ وہاں جہاں طاقتور ہو۔ چنانچہ رپورٹ میں لکھا ہے:۔

"تعداد آبادی کی نسبت سے زائد نمائندگی جو لکھنؤ کے معاہدہ اور مانٹیگو چیمسفورڈ سکیم کے مطابق مسلمانوں کو بعض صوبوں میں دی گئی تھی۔ وہ ہماری سکیم کے مطابق واپس لے لیجائیگی" (صفحہ ۵۲) جو کلکتہ اور لاہور لیگ کا منشا کہ تھا۔ ردکر دیا گیا۔ جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں۔ کہ مسلمانوں نے چونکہ پنجاب اور بنگال میں بوجہ تعداد میں زیادہ ہونے کے ہندوؤں کی حکومت سے انکار کیا تھا۔ اس کے بدلہ میں دوسرے صوبہ کے مسلمانوں کو نمائندگی کی ایک قلیل زیادتی سے محروم کر دیا جائے۔ جس سے وہ حاکم نہیں بنتے تھے۔ صرف اتنا تھا۔ کہ مختلف جماعتوں اور سیاسی انجمنوں کی نیابت آسانی سے صوبوں کی حکومت میں ہو سکتی تھی:۔

اسی مطالبہ کے ضمن میں مسلمانوں کا یہ مطالبہ بھی تھا۔ کہ مرکزی حکومت میں بہ جائے پچیس ۲۵ فی صدی کے مسلمانوں کو ۳۳ فیصدی نمائندگی کا حق دیا جائے۔ تاکہ مختلف صوبوں سے ان کی نیابت اچھی طرح ہو سکے۔ اس مطالبہ میں کلکتہ اور لاہور لیگ برابر کی شریک ہیں۔ نہرو کمیٹی نے اس مطالبہ کو بھی رد کر دیا ہے۔ وہ لکھتی ہے:۔

"مسلمان برطانوی ہندوستان میں ایک چوتھائی سے کچھ کم ہیں۔ اور ان کے لئے مرکزی پارلیمنٹ میں اس نسبت آبادی سے زیادہ ممبریاں ہرگز محفوظ نہیں کیجا سکتیں" (صفحہ ۵۴) اس وقت لیجسلیٹو اسمبلی میں مسلمانوں کی تعداد گو پوری تینتیس فیصدی نہیں ہے۔ مگر چوتھائی سے زیادہ ہے۔ چنانچہ نہرو رپورٹ آئندہ نظام حکومت میں مسلمانوں کو اس قدر بھی حق نہیں دینا چاہتی گویا مسلم لیگ تو اس بنا پر کہ مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کی نمائندگی چوتھائی ممبروں سے نہیں ہو سکتی۔ اور کسی قدر زیادہ ممبریوں کے دینے سے ہندوؤنکو کوئی نقصان نہیں۔ موجودہ ممبریوں سے زیادہ کا مطالبہ کرتی ہے۔ اور کم سے کم اس کا مطالبہ یہ ہے۔ کہ موجودہ تعداد ہی رہنے دی جائے۔ لیکن نہرو کمیٹی موجودہ حق کو بھی چھین کر مسلمانوں کی نیابت کو ایک چوتھائی پر لے آتی ہے۔ اور مسلم لیگ کے دعوی پر وہی مثل صادق آتی ہے۔ کہ چوبے جی چھبے ہونے گئے تھے دوبے ہو کر آئے۔

۳۔ تیسرے مطالبہ میں مسلمانوں کو اختلاف تھا۔ لاہور لیگ جب تک ہندو مسلمانوں میں اعتبار قائم نہ ہو جائے۔ اور مسلمان اپنی مرضی سے جداگانہ انتخاب کو چھوڑنے پر راضی نہ ہوں جداگانہ انتخاب کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھی۔ کلکتہ لیگ کے نزدیک اگر سندھ کو الگ صوبہ بنا دیا جائے۔ اور صوبہ سرحدی اور بلوچستان کو وہی اختیارات دیدیئے جائیں۔ جو باقی صوبوں کو تو ان تبدیلیوں کے مکمل ہو جانے کے بعد کوئی ہرج نہ تھا۔ اگر مسلمان اپنے جداگانہ انتخاب کے حق کو چھوڑ دیں۔ ان دونوں مطالبات میں سے کسی مطالبہ کو بھی لے لیا جائے۔ نہرو رپورٹ نے اسے پورا نہیں کیا۔ نہرو کمیٹی تسلیم کرتی ہے۔ کہ مسلم لیگ کونسل کا یہ فیصلہ تھا۔ کہ یہ کم سے کم مطالبہ ہے۔ جسے کم کرنے کے لئے مسلمان تیار نہیں ہونگے۔ اور کلکتہ لیگ کے ریزولیوشن بتاتے ہیں۔ کہ اس کا بھی یہی منشا تھا کیونکہ جیسا کہ میں اوپر درج کر آیا ہوں۔ کلکتہ لیگ کے ریزولیوشن میں یہ الفاظ صاف طور پر درج ہیں۔ کہ

"مسلمان اس حق کو ہرگز نہیں چھوڑینگے۔ جب تک کہ سندھ کو ایک مستقل اور خود مختار صوبہ نہ بنا دیا جائے۔ اور صوبہ سرحدی اور بلوچستان میں اصلاحات نہ جاری کر دی جائیں"

لیکن نہرو کمیٹی ان تین امور میں سے صرف ایک کو تسلیم کرتی ہے۔ یعنی صوبہ سرحدی کو نیابتی حقوق دینے کی تائید کرتی ہے۔ سندھ کے متعلق وہ شرطیں لگاتی ہے۔ کہ فلاں فلاں شرط کے ماتحت اسے آزاد کیا جا سکتا ہے۔ اور بلوچستان کا ذکر وہ بالکل مشتبہ الفاظ میں کرتی ہے۔ اس کے صفحہ ۵۵ پر یہ الفاظ درج ہیں:۔

"جن صوبوں کی غیر مسلم اقلیتوں کے بارے میں بحث کی ضرورت ہے۔ وہ صوبہ سرحدی اور بلوچستان ہیں"

اس فقرہ سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ امر اس کے مرتبین کے ذہن میں تھا۔ کہ بلوچستان میں ہندوؤں کے حقوق کا سوال پیدا ہوگا مگر صفحہ ۱۲۴ پر قانون اساسی کے عنوان ثانوی فرقہ وارانہ نمائندگی کے نیچے ساتویں مادہ میں لکھا ہے:۔

"صوبہ سرحدی میں اور تمام نئے بنائے ہوئے صوبوں میں جو پرانے صوبوں سے کاٹ کر بنائے جائیں گے۔ وہی طریق حکومت ہوگا جو دوسرے ہندوستان کے صوبوں میں رائج ہوگا"

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قانون اساسی میں بلوچستان کے ذکر کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ یہ غلطی سے ہو۔ مگر بہر حال معاملہ مشتبہ ہے۔ اور ہمیں اس وقت تک یہی کہنا چاہیئے۔ کہ نہرو کمیٹی نے ان شرطوں کو پورا نہیں کیا۔ جن پر کلکتہ لیگ جداگانہ انتخاب کے حق کو چھوڑنے کے لئے تیار تھی۔ اور جن کے باوجود بھی لاہور مسلم لیگ جداگانہ انتخاب کو کچھ عرصہ کے لئے چھوڑنے کیلئے تیار نہ تھی۔

لیکن معاملہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ کلکتہ لیگ کے ریزولیوشن کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں۔ کہ لیگ صرف یہ نہیں کہتی۔ کہ ہندو صاحبان ان شرطوں کو پورا کرنے پر راضی ہو جائیں۔ تو جداگانہ انتخاب کو اڑا دیا جائے گا۔ بلکہ وہ دو احتیاطیں اور کر لیتی ہے۔ وہ یہ

کبھی شرط لگاتی ہے۔ کہ ان پر عملدرآمد بھی ہو جائے۔ اور دوسری شرط یہ لگاتی ہے۔ کہ اس عملدرآمد پر مسلمان اپنی تسلی بھی کر لیں۔ کہ ان کے منشا کے مطابق کام ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ کہتی ہے۔

"جب یہ شرطیں مکمل طور پر پوری ہو جائیں۔ تب مسلمان جداگانہ انتخاب کو مشترکہ انتخاب کے حق میں چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائیں گے"

لیکن نہرو کمیٹی بغیر ان کے پورا کرنے کے صرف اپنا مشورہ دیکر جداگانہ انتخاب کو اڑا دیتی ہے۔ حالانکہ مسلم لیگ کی شرط کیمطابق اسے چاہیئے تھا۔ کہ صاف طور پر لکھتی۔ کہ مشترکہ انتخاب اسی وقت سے شروع ہو گا۔ جبکہ پہلی تین باتیں پوری ہو جائیں۔

اسی طرح مسلم لیگ کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ تب مسلمان جداگانہ انتخاب چھوڑنے کے لئے تیار ہونگے۔ انگریزی ریزولیوشن کے الفاظ یہ ہیں۔ Will be prepared to abandon ان الفاظ میں اختیار ابھی مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہی رکھا گیا ہے۔ گو یہ مطلب نہیں۔ کہ اگر مسلمان چاہیں تو پھر بھی نہ چھوڑیں۔ لیکن یہ مطلب ضرور ہے کہ مسلمان پہلے تسلی کر لیں۔ کہ ان کی شرائط پوری ہو گئی ہیں۔ تب وہ اپنا آخری فیصلہ دینگے۔ کہ اب جداگانہ انتخاب کو اڑا دیا جائے۔ مگر نہرو رپورٹ نے ہرگز ان شرائط کا خیال نہیں کیا۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ شملہ کی آل پارٹیز مسلم کانفرنس میں جب یہ سوال بار بار پیش کیا جاتا تھا۔ کہ ہندو ہماری شرطوں پر راضی ہو جائیں۔ لیکن بعد میں عذر کر دیں۔ کہ ہم تو راضی ہیں۔ لیکن فلاں فلاں روک کے سبب سے ابھی اس پر عملدرآمد نہیں ہو سکتا۔ تو پھر آپ کے ہاتھ میں کیا رہ جائیگا۔ تو مسٹر جناح بڑے زور سے کہتے تھے۔ کہ ہماری سفارش کے لفظوں پر غور نہیں کیا گیا۔ ان سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ جداگانہ انتخاب اس وقت سے جاری کیا جائیگا۔ جب ہماری شرائط پر عملدرآمد ہو جائیگا۔ صرف ہندوؤں کے منظور کر لینے سے انتخاب کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ لیکن ابھی ایک سال نہیں گذرا۔ کہ مسٹر جناح کے اس خیال کی تردید ہو گئی ہے۔ نہرو رپورٹ بغیر ان شرطوں پر عملدرآمد ہونے کے بلکہ بغیر ان شرطوں کو مکمل طور پر منظور کرنے کے جداگانہ انتخاب کا فیصلہ کرتی ہے اور ان شرائط کا ذکر تک نہیں کرتی۔ مسلمانوں کی ایک جماعت نے ہندوستان میں امن کے قیام کے لئے باوجود سخت خطرات کے جداگانہ انتخاب کے حق کو چھوڑنے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ اور اپنی قوم سے لڑائی مول لی تھی۔ مگر اس کی تجاویز کا نہرو کمیٹی کے ہاتھوں جو حشر ہوا ہے۔ میں اسے اوپر بیان کر چکا ہوں۔ جب شروع میں یہ حال ہے جب سوراج کے حصول کے جوش میں ان لوگوں کو مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی تمنا ہے۔ تو اس وقت کیا ہوگا۔ جب حکومت مل جائیگی۔ اور سب اختیار انہی لوگوں کے ہاتھ میں ہوگا۔

۴۔ چوتھا سوال۔ صوبۂ سرحدی اور بلوچستان کو نیابتی حکومت دینے اور سندھ کو الگ صوبہ بنا کر نیابتی حکومت دینے کے متعلق تھا۔ نہرو کمیٹی نے صوبۂ سرحدی کے متعلق مطالبہ کو تسلیم کیا ہے۔ بلوچستان کو شتبہ چھوڑ دیا ہے۔ اور سندھ کے متعلق یہ شرط لگا دی ہے۔ کہ جب تک وہ مالی طور پر اپنا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ ہو جائے۔ یا اس کے باشندے مالی بوجھ کو اٹھانے کیلئے آمادہ نہ ہوں۔ اس وقت تک اس صوبہ کو آزاد نہ کیا جائے۔ بظاہر یہ معقول معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ جو صوبہ اپنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ وہ الگ کس طرح ہو سکتا ہے۔ گو مسلمان یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر وہ بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ اور الگ نہیں ہو سکتا۔ تو پھر جداگانہ انتخاب کو بھی نہ اڑاؤ۔ جس کے لئے سندھ کی علیحدگی بطور شرط ہے۔ مگر میں بتانا چاہتا ہوں۔ کہ نہرو کمیٹی کے ان سیدھے سادے نفروں کے نیچے نہایت گہرا مضمون پوشیدہ ہے۔ بوجھ کا لفظ ایسا غیر محدود ہے۔ کہ اس کی حدبندی میں ہی سندھ کو علیحدگی سے محروم رکھا جا سکتا ہے۔ بوجھ سے مراد ایک سیدھا سادھا نظام بھی ہو سکتا ہے۔ جس کا اٹھانا یقیناً سندھ کے لئے مشکل نہ ہوگا۔ لیکن بوجھ سے مراد ایک ایسا بوجھ بھی ہو سکتا ہے۔ جسے سندھ جیسا چھوٹا صوبہ اٹھا ہی نہ سکے۔ اور اس صورت میں وہ کبھی الگ ہی نہ ہو سکے۔ میرے لئے شک کرنے کی کافی وجہ موجود ہے۔ کہ اس جگہ بوجھ سے مراد ضرورت اور طاقت سے زیادہ بوجھ ہے۔ کیونکہ نہرو رپورٹ ہی میں لکھا ہے۔ کہ اس کے پاس ایک درخواست سندھ کے ہندوؤں مسلمانوں اور پارسیوں کی مشترکہ آئی تھی۔ کہ سندھ کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اور مالی مشکلات کے متعلق اس درخواست میں یہ حل پیش کیا گیا تھا۔ کہ "ان کا کوٹ ان کے کپڑے کے مطابق بیونت دیا جائے" یعنی جس قدر طاقت مالی ان کے صوبہ میں ہے۔ اسی کے مطابق ان کے صوبہ کی گورنمنٹ کا انتظام کر دیا جائے۔ اور زیادہ دیر تک مالی حالت کی ترقی کا انتظار نہ کیا جائے۔ لیکن کمیٹی کہتی ہے۔ کہ وہ ان کی اس خواہش کو مالی مشکلات کا آخری حل نہیں قرار دے سکتی۔ صفحہ ۶۹

اس سے ظاہر ہے۔ کہ سندھ کے لئے ایک ایسا انتظام تجویز کیا جائیگا۔ جو اس کی طاقت سے باہر ہو۔ اور چونکہ وہ اس بوجھ کو اٹھانے کا اقرار کر ہی نہ سکیگا۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہونگے۔ کہ وہ بجائے اقتصادی ترقی کے اپنی پہلی حالت کو بھی کھو بیٹھے۔ اس لئے سندھ کو الگ بھی نہیں کیا جائیگا۔ اس کا مزید ثبوت اس سے بھی ملتا ہے۔ کہ پنڈت موتی لال نہرو صاحب نے بمبئی کونسل میں سندھ کی علیحدگی کے مسودہ کو روکنا چاہا ہے۔ اور کانگریسی ممبروں کو مشورہ دیا ہے۔ کہ اگر اس مسودہ کو مسلمان ضرور ہی پیش کریں۔ تو وہ اس کی مخالفت کریں۔

۵۔ پانچواں سوال زبان کا تھا۔ اس سوال کو نہرو کمیٹی نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ یہ ایک معمولی سوال ہے۔ اوّل تو یہ سوال معمولی نہیں ہے۔ اس سے مسلمانوں کی ترقی اور تنزل وابستہ ہے۔ ہندوستان کی آئندہ حکومت اور

KHILAFAT LIBRARY

آپ کو نور کیوں خریدنا چاہیئے؟

اس لئے کہ تمام ہندوستان میں نور ہی ایک ایسا اخبار ہے۔ جو سکھوں جیسی دلاور اور آریوں ایسی مخالف اسلام اقوام میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجالا رہا ہے۔

اور پھر سب سے بڑھ کر نور کے مضامین علاوہ متین اور سنجیدہ ہونے کے اسقدر عالمانہ ہوتے ہیں۔ کہ ہندو اور سکھ اور آریہ بھی تعریف کرتے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر رام دیو گورنر گورو کل کانگڑی اور ایڈیٹر صاحب روزانہ اکالی امرتسر کی شہادتیں اپنے اندر جو وزن رکھتی ہیں۔ اس کا اندازہ ہر ایک معقول پسند بہتر لگا سکتا ہے۔ اب قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ایسے بلند پایہ مجاہد کے لئے اس وقت تک آپ نے کس قدر خریدار پیدا کئے ہیں؟ اور اگر کوئی نہیں کیا؟ تو کیا آپ کا فرض نہیں۔ کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ اس فرض سے سبکدوش ہوں۔ یہ امر آپ کو کبھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔ کہ جس قدر نور کی زیادہ اشاعت ہوگی۔ اسی قدر غیر مذاہب میں تبلیغ کا دائرہ وسیع ہوگا۔ لہذا آپ اس اہم فرض کی ادائیگی کے لئے بہت جلد میدان میں آئیں۔

(آپ کے جواب کا منتظر آپ کا مینجر نور)

KHILAFAT LIBRARY

کو اڑا دے۔ پھر دیکھو کس طرح چند ہی سال میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے وہ تھوڑے بہت کام بھی نکل جاتے ہیں۔ جو اس وقت ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ اور کس طرح ان کی مخصوص تہذیب برباد ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر اسے معمولی بھی فرض کر لیا جائے۔ تب بھی دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ جس قوم سے معاملہ ہے۔ وہ اسے کیا اہمیت دیتی ہے۔ اگر مسلمان اردو کے سوال کو اہمیت دیتے ہیں۔ اور اسے اپنی زندگی اور موت کا سوال سمجھتے ہیں۔ تو اسے نظر انداز کرنے کا حق کسی کو نہیں پہونچتا۔ مگر میں اس امر پر بعد میں بحث کروں گا۔ کہ زبان کا سوال نہ معمولی ہے۔ اور نہ یہ صرف ہندوستان میں پیدا ہوا ہے۔ بلکہ اسے دوسرے ممالک میں بھی اہمیت دی گئی ہے۔ اور اس کے لئے خاص قوانین بنائے گئے ہیں۔ جو قانون اساسی کے ساتھ ہی منظور کئے گئے ہیں۔

۶۔ چھٹا مطالبہ مذہبی اور اقتصادی دست اندازی سے روکنے کے متعلق تھا۔ لیکن اس کے متعلق بھی نہرو کمیٹی کی رپورٹ واضح نہیں ہے۔ بلکہ لفظوں کے ہیر پھیر میں اس مطالبہ کی اہمیت اور اس کی وسعت کو دبایا گیا ہے۔ اس کے متعلق جو کچھ نہرو کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے۔ وہ ذیل میں درج ہے۔ وہ اصولی حقوق کے عنوان کے نیچے چوتھے مادہ میں لکھتی ہے۔

"ضمیر کی آزادی اور مذہب کا آزادانہ اقرار اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حق بشرطیکہ ایسا مذہبی فعل یا اعلان ملکی امن اور اخلاق کے خلاف نہ ہو۔ ہر فرد بشر کو حاصل ہوگا۔" (صفحہ ۱۰۱)

یہ الفاظ مسلمانوں کے مطالبہ کو پورا نہیں کرتے۔ گائے کی قربانی پر ہمیشہ ہندو فساد کرتے ہیں۔ اس قانون کی رو سے ان کے فساد کی بنا پر گائے کی قربانی سے مسلمانوں کو روکا جا سکتا ہے اسی طرح اس میں مذہب کی تبلیغ کے متعلق کچھ ذکر نہیں یہ قانون ہر شخص کو صرف یہ حق دیتا ہے۔ کہ وہ اپنے مذہب کا آزادی سے اظہار کرے۔ مگر اس امر کا حق نہیں دیتا۔ کہ کوئی شخص دوسرے کو آزادی سے تبلیغ کر سکے۔ قانون کسی وقت کہہ سکتا ہے۔ کہ چونکہ مذہب کی تبدیلی سے فساد ہوتے ہیں۔ ہم مذہب کی تبدیلی کی اجازت نہیں دیتے۔ ضمیر کی آزادی کا قانون اس کو نہیں روک سکتا۔ کیونکہ ضمیر کی آزادی صرف عقیدہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور مذہب کی تبدیلی ایک قوم کو چھوڑ کر دوسری میں شامل ہونے کا نام ہے۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہو۔ تب بھی مثلاً یہ قانون بنایا جا سکتا ہے۔ کہ مجسٹریٹ کے سرٹیفکیٹ کے بغیر کوئی شخص مذہب تبدیل نہیں کر سکتا اور اس کی وجہ یہ بتائی جائے۔ کہ اس طرح جبر وغیرہ نہ ہو سکیگا اور اس طرح تبدیلی مذہب کا سلسلہ روک دیا جائے۔ اوّل تو اس قدر لمبی مصیبت کو لوگ برداشت نہیں کرتے۔ اور اگر درخواست دیں۔ تو پھر پوچھا جاتا ہے۔ کس نے تبلیغ کی۔ کس طرح کی۔ کوئی دباؤ تو نہیں۔ اور اسی قسم کے سوالات میں اسے پھنسا کر تبدیلی مذہب سے روک دیا جاتا ہے۔ اس کی مثالیں موجود ہیں۔ اور میں اس امر کو ثابت کر سکتا ہوں۔ غرض اسی قسم کے کئی رخنے ہیں جو قانون مذہب میں موجود ہیں۔ اور جن کے ذریعہ سے مذہبی آزادی کو نہایت محدود کیا جا سکتا ہے۔ پس نہرو رپورٹ مسلمانوں کے مطالبات کو اس جہت سے بھی قطعاً پورا نہیں کرتی بلکہ میں تو کہتا ہوں۔ وہ اس مطالبہ کے بالکل الٹ جاتی ہے۔

وہ مذکورہ بالا عنوان کے بارھویں مادہ میں کہتی ہے۔ کہ

"کوئی شخص جو ایسے سکول میں تعلیم پا رہا ہو جسے گورنمنٹ امداد حاصل ہو یا پبلک روپیہ سے کسی اور طرح فائدہ اٹھا رہا ہو اسے ایسی مذہبی تعلیم کے حصول پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ جو سکول میں دی جاتی ہو"

اس مادہ کے ساتھ ذرا اس امر کو بھی ملا لو۔ کہ ہندوستان کی آئندہ گورنمنٹ اگر یہ قانون بھی پاس کر دے۔ کہ کوئی پرائیویٹ سکول جو گورنمنٹ ایڈ لے کر گورنمنٹ کے قانون کا پابند نہ ہو منظور نہیں کیا جا سکتا۔ تو اس قانون کے پاس ہونے میں قانون اساسی ہرگز روک نہیں بن سکتا۔ اور اگر ایسا قانون پاس ہو جائے۔ تو اس کے یہ معنے ہونگے۔ کہ آہستہ آہستہ مسلمانوں کو ان کے مذہب سے بالکل بیگانہ کر دیا جائے۔ ہر مذہب اور ہر مذہبی سکول کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنے ہم مذہبوں پر مذہبی تعلیم کے لئے زور دے سکے۔ اور یہ جبر نہیں ہے۔ جبر یہ ہے کہ انسان دوسرے مذہب کے لوگوں کو اپنے مذہب کی تعلیم پر مجبور کرے پس یہ قانون کئی رنگ میں مسلمانوں کو مذہبی تعلیم سے روکنے کا موجب بنایا جا سکتا ہے۔ یہ کہنا کہ ہندوؤں پر بھی اس کا یکساں اثر پڑے گا۔ کیونکہ اسلام ایک مقررہ حدود والا مذہب ہے۔ جس کے جاننے کے لئے باقاعدہ تعلیم کی ضرورت ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہندو مذہب ایک سیاسی مذہب ہے۔ اور وید اور اس کی تعلیم سے بالکل بے بہرہ شخص اپنے پاس سے کچھ خیال تجویز کر سکتا ہے۔ اور پھر اسی طرح ہندو کہلا سکتا ہے۔ جس طرح ویدوں کا سب سے بڑا عالم۔

۷۔ ساتواں مطالبہ یہ کہ وہ سوالات جو قومی بے اعتباری سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور جن کا حل کرنا اقلیتوں کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔ انہیں قانون اساسی میں اسی طرح داخل کیا جائے۔ کہ اس کا بدلنا آسان کام نہ ہو۔ میں نہیں جانتا۔ کہ ہماری جماعت کے سوا کسی اور جماعت کی طرف سے بھی یہ مطالبہ پیش ہوا ہے۔ یا نہیں۔ مگر بہرحال یہ اہم ترین مطالبات میں سے ہے۔ اور اس کی طرف بھی نہرو کمیٹی نے توجہ نہیں کی۔ اس مطالبہ کی طرف ایک رنگ میں لکھنؤ پیکٹ میں اشارہ ضرور تھا۔ گو وہ مطالبہ قانونی زبان میں نہ تھا۔ مبہم الفاظ میں تھا۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے۔ کہ سات مطالبات میں سے جو مسلمانوں کی طرف سے ہوئے ہیں۔ ایک مطالبہ بھی ایسا نہیں جسے نہرو کمیٹی نے پورے طور پر منظور کر لیا ہو۔ بلکہ بعض کو بالکل رد کر دیا ہے۔ اور بعض کو ناقص طور پر قبول کیا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ نقص ہمیشہ اسی حصہ میں واقع ہوا ہے۔ جس سے اس مطالبہ کی اصل غرض فوت ہو جاتی ہے۔ اور اس کا قبول کرنا نہ کرنا برابر ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ جب نہرو کمیٹی نے ان شرطوں کو بھی رد کر دیا ہے۔ جن کو مسلمانوں میں سے نرم سے نرم جماعت نے آخری شرطیں قرار دیا تھا۔ تو کیا ایسا فیصلہ انصاف کا فیصلہ کہلا سکتا ہے۔ اور کیا اسے قبول کر کے مسلمان ہندوستان میں امن سے رہ سکتے ہیں؟ جہاں تک میں نے غور کیا ہرگز نہیں۔ اور میں اگلے حصۂ مضمون میں اسی پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔ اور اپنے مضمون کو کئی سوالوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ تاکہ اچھی ہر اک شخص کی سمجھ میں آسکے۔

۱۔ کیا تفاصیل کو آزاد حکومت کے حصول تک ملتوی نہیں کیا جا سکتا

پیشتر اس کے کہ میں اس امر پر بحث کروں۔ کہ مسلمانوں کے مطالبات کہاں تک ضروری اور جائز ہیں۔ میں ایک خطرناک وہم کو دور کرنا چاہتا ہوں۔ جو مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہے۔ اور جس کی وجہ سے میں ڈرتا ہوں۔ کہ وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھا لیں۔ جس کے بعد واپس لوٹنا ناممکن ہوگا۔ اور پچھتانے اور نادم ہونے سے کچھ نہیں بنے گا۔ اور وہ وہم یہ ہے۔ کہ اب جو کچھ بھی فیصلہ ہوتا ہے ہو جائے۔ بعد میں اگر اس میں نقص معلوم ہوگا۔ تو موجودہ فیصلہ کو بدل دیا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اکثر مسلمانوں کے دل

KHILAFAT LIBRARY

میں یہی احساس ہے۔ اور اس احساس کی وجہ سے ایک غلط اور میرے نزدیک خطرناک احساس حفاظت ان کے دلوں میں پیدا ہے۔ اگر مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ اس فیصلہ کو جو آج سوراج کے متعلق ہوگا۔ بدلنا ان کی طاقت سے باہر ہوگا۔ تو پھر وہ کبھی جلدی نہ کرینگے۔ اور اس ہزاروں خطرات سے ہر قدم کے اٹھانے سے پہلے وہ لاکھوں قسم کے سوالات کو حل کرنا چاہیں گے۔ اور بیسیوں راستے واپسی کے سوچیں گے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ بعض لوگوں نے دانستہ یا نادانستہ انہیں یہ یقین دلا دیا ہے۔ کہ اگر اس فیصلہ میں کوئی نقص ہوگا۔ تو اسے بعد میں بدلا جا سکتا ہے۔ اور اس وجہ سے مسلمان یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ یہ صرف ایک تجربہ ہوگا۔ اگر اس میں نقص نظر آئے گا۔ تو ہم اور تدبیر سوچیں گے لیکن میں انہیں خوب اچھی طرح اور واضح کر کے سمجھا دینا چاہتا ہوں۔ کہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ آج جو قدم وہ اٹھائیں گے۔ اگر اس میں غلطی ہوگی۔ تو الٹے پاؤں لوٹنا ان کے اختیار میں نہیں ہوگا۔ بلکہ جن امور کا مطالبہ انہوں نے کیا ہے اگر وہ آج انہیں منوانا چاہیں۔ تو بہت زیادہ آسان ہے۔ لیکن سوراج کے ملنے کے بعد ان مطالبات کا منوانا بالکل ناممکن ہوگا۔

ڈومینین سلف گورنمنٹ کیا ہے؟

مسلمانوں کو یہ خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جس امر کا مطالبہ نہرو کمیٹی نے کیا ہے۔ اور جس امر کا مطالبہ آج قریباً ہر ایک ہندوستانی کر رہا ہے۔ وہ ڈومینین سلف گورنمنٹ ہے۔ یعنی نیم آزاد حکومت۔ یہ نیم آزاد حکومت کیا شئے ہے۔ اس کا سمجھ لینا ان کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے سمجھ لینے کے بغیر انہیں معلوم نہ ہو سکیگا۔ کہ وہ اس وقت اپنے مطالبات پر زور نہ دیکر اپنی اور اپنی اولادوں کا خون کر رہے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ وہ خود اسلام کی جڑوں پر تبر رکھ رہے ہیں۔ اور ہندوستان میں سپین کی تباہی کی داغ بیل ڈال رہے ہیں۔ عیاذاً باللہ

ڈومینین سلف گورنمنٹ ایک تازہ اصطلاح ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس قسم کی آزاد حکومت جس قسم کی حکومت کہ کینیڈا۔ آسٹریلیا۔ ساؤتھ افریقہ۔ نیوزی لینڈ کو حاصل تھی۔ اور اب پانچ سال سے جنوبی آئرلینڈ کو بھی حاصل ہے۔ مختلف لڑائی جھگڑوں اور سمجھوتوں کے بعد جنگ کے زمانہ تک برطانوی گورنمنٹ سے ڈومینیز کو مندرجہ ذیل اختیارات حاصل ہو چکے ہیں۔

اوّل:۔ برطانوی پارلیمنٹ کوئی ایسا قانون نہ بنائیگی جو کسی ڈومینین کے اندرونی نظم و نسق سے تعلق رکھتا ہو۔ بلکہ اس ڈومینین کو پورا حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ اپنے اندرونی معاملات کے متعلق خود قانون بنائے۔ برطانوی گورنمنٹ کی پریوی کونسل کے پاس اپیل کرنے کا حق اگر کوئی ڈومینین چاہے۔ تو اپنے اہل وطن سے چھین سکتی ہے۔ یعنی اس ڈومینین کے ججوں کے فیصلہ کو آخری فیصلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہر ڈومینین اپنے ملک کی حفاظت کے لئے خشکی یا تری کی فوج رکھ سکتی ہے۔ اسی طرح ہر ایک ڈومینین اپنے قانون اساسی کو اپنی پارلیمنٹ کے فیصلہ سے بھی بدل سکتی ہے۔ گو وہ قانون اساسی برطانوی پارلیمنٹ کا ہی پاس کردہ ہو۔ ڈومینین گورنمنٹ کے پاس کردہ قوانین پر گو برطانوی حکومت کو ویٹو کا حق حاصل ہے۔ لیکن وہ حق استعمال نہیں کیا جائے گا۔ جب تک کہ کوئی ایسا معاملہ نہ ہو۔ جو صرف اس ڈومینین سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ بلکہ برطانوی حکومت کے دوسرے حصوں پر بھی موثر ہو۔ چنانچہ ۱۹۱۱ء کی امپیریل کانفرنس میں یہ فیصلہ دیا گیا تھا۔ کہ ڈومینین حکومت کے متعلق آئندہ برطانوی پالیسی یہ ہوگی۔ کہ وہ ہر ڈومینین کو پوری بغیر حد بندیوں کے اور کامل مقامی آزاد گورنمنٹ دیدے گا۔ اور اس وقت تک دخل نہ دیگا جب تک کہ ڈومینین کوئی ایسا فعل نہ کرے۔ جو برطانوی حکومت سے اس کے وفادارانہ تعلقات کے خلاف ہو (لاآف کانسٹی ٹیوشن مصنفہ اے۔ وی ڈائسی) لیکن اس عرصہ میں اور تغیرات پیدا ہو گئے ہیں۔ اور ان کے مطابق ڈومینیز کو اور بھی زیادہ اختیارات مل چکے ہیں۔ اور گو اب بھی رسمی طور پر برطانوی حکومت کو ڈومینیز کے قوانین کے متعلق ویٹو کا اختیار حاصل ہے۔ لیکن عملاً اس کو کلی طور پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء میں کوئینز لینڈ میں ایک قانون پاس کیا گیا۔ جس کے خلاف وہاں کے زمینداروں نے بھی اور برطانیہ کے زمینداروں نے بھی شور مچایا۔ کہ یہ قانون قانون اساسی کے خلاف ہے۔ اور اس کے معنے صرف یہ ہیں کہ گورنمنٹ زبردستی زمینداروں کی زمینیں چھین لے۔ لیکن برطانوی گورنمنٹ نے دخل دینے سے انکار کر دیا۔ کہ ہم ڈومینیز کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دے سکتے۔ صرف ایک امر کا ڈومینیز کو اختیار حاصل نہیں۔ اور وہ ان کا اپنے علاقہ کو بڑھانے اور گھٹانے کا سوال ہے۔ اس معاملہ میں وہ برطانیہ کی مرضی کی پابند ہیں۔

بیرونی تعلقات کے لحاظ سے بھی جنگ کے بعد سے ڈومینیز کو بہت آزادی حاصل ہو چکی ہے۔ وہ اپنے طور پر مگر بعد اجازت برطانیہ کے دوسری حکومتوں سے معاہدہ بھی کر سکتی ہیں۔ اور سنہ ۱۹۲۲ء میں جنوبی آئرلینڈ سے معاہدہ کرتے وقت برطانیہ نے سب ڈومینیز کا حق تسلیم کر لیا ہے۔ کہ وہ صرف اسی صورت میں جنگ میں برطانیہ کا ساتھ دینے پر مجبور ہونگی۔ جبکہ برطانیہ پر کوئی اور حکومت حملہ آور ہو۔ ورنہ اگر برطانیہ کسی اور حکومت سے جنگ کرے۔ تو لازمی نہیں۔ کہ وہ اس جنگ میں شریک ہوں۔ بلکہ انکی پارلیمنٹوں کو اختیار ہوگا۔ کہ وہ خواہ عملی طور پر جنگ میں شریک ہونے کا فیصلہ کریں۔ خواہ علیحدہ رہنے کا۔ معاہدات کے متعلق

ایڈیٹر نور کے مضامین پڑھکر کئی غیر مسلم مسلمان بن گئے

جناب عارف حسین صاحب قریشی سبراؤں ضلع لاہور سے لکھتے ہیں۔ کہ آپ کی تصانیف "فتح مبین" اور "گورو کی بانی" کے ذریعہ اکثر لوگوں کو دائرہ اسلام میں لا چکا ہوں۔ اب مجھے کسی ایسی کتاب کی ضرورت ہے۔ جس میں یہ ثابت کیا گیا ہو۔ کہ صرف اسلام میں ہی نجات ہے۔

نوٹ:۔ اس مقصد کے لئے خاکسار کی تصنیف برکات اسلام بہت مفید تھی مگر اب ختم ہو چکی ہے تاہم میں تلاش کروں گا۔ یہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اس نے محض اپنے کرم سے خاکسار کی تصانیف کو یہ قبولیت بخشی۔ ذالک فضل اللہ۔ اس سے قبل خاکسار کی بعض تصانیف کا مرہٹی ہندی اور سندھی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔

اس سے دوستوں کو یہ بخوبی اندازہ لگا لینا چاہیئے۔ کہ خاکسار کی تصانیف اور اخبار نور کی اشاعت کا جس قدر دائرہ وسیع ہوگا۔ اسی قدر تبلیغ کا دروازہ کھلے گا۔ اس خط کو مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے قائمقام ناظر دعوۃ و تبلیغ بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور انہیں میری نسبت یہ زیادہ بہتر سمجھنا چاہیئے۔ کہ ایسا پرچہ جو غیر مذاہب میں بے نظیر کام کر رہا ہو۔ اس کے متعلق ان کی ذمہ واری کیا ہے؟

(خاکسار ایڈیٹر)

KHILAFAT LIBRARY

بھی تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ اگر ڈومینینز سے کسی معاہدہ کے متعلق مشورہ نہ کیا جائیگا۔ اور ان کی طرف سے اس معاہدہ پر دستخط نہ ہوں گے۔ تو ڈومینینز پر اس معاہدہ کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ ۱۹۲۳ء میں مسٹر بونر لا سابق وزیر اعظم نے امپیریل کانفرنس کے سامنے تقریر کرتے ہوئے اس امر کا اقرار کیا۔ کہ ڈومینینز کو یہ بھی حق ہے کہ جب وہ چاہیں۔ برطانیہ سے علیحدگی کا اعلان کر کے کامل طور پر آزاد ہو جائیں۔ سوتھ افریقہ کنیڈا کی حکومتیں بھی اپنے اپنے طور پر اس حق کے حاصل ہونے کا اعلان کر چکی ہیں۔ (انسائیکلوپیڈیا بریٹینکا تیرھواں ایڈیشن سپلمنٹری لسٹ جلد اوّل زیر لفظ برٹش امپائر)

اوپر میں نے جو ڈومینینز کی حکومت کے قواعد بتائے ہیں ان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ڈومینین کی حکومت سے مراد ایک آزاد حکومت ہے۔ صرف اس فرق کے ساتھ کہ فی الحال وہ برطانیہ کے بادشاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتی ہے۔ اور اپنے آپ کو برطانوی حکومت کا جزو تسلیم کر کے اس کی شوکت کو بڑھاتی ہے۔ اور اس کے رسوخ سے خود فائدہ اٹھاتی ہے۔ مگر باوجود اس کے یہ امر اس کی مرضی پر منحصر ہے۔ کہ جب چاہے۔ برطانیہ سے اپنا تعلق توڑ دے۔ دوسری حد بندی اس کی کامل آزادی پر یہ ہے۔ کہ جب تک وہ جدا نہ ہو۔ وہ اہم خارجی معاملات کے تصفیہ میں برطانوی حکومت کے توسط سے کام لیتی ہے۔ ورنہ اندرونی طور پر وہ پوری طرح مختار ہے۔ وہ نہ صرف عام قوانین اپنے لئے بنا سکتی ہے۔ بلکہ اپنے قانون اساسی کو بھی بدل سکتی ہے۔

اس قسم کی آزاد حکومت ہے۔ جس کا مطالبہ اس وقت نہرو کمیٹی نے کیا ہے۔ اور اس مطالبہ میں تمام ہندوستان سوائے چند لوگوں کے اس کے ساتھ شامل ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ ایسی آزاد حکومت کے قوانین میں تبدیلی کس طرح ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس وقت ہم نے اسی امر پر غور کرنا ہے۔ کہ اگر موجودہ فیصلہ جو نہرو کمیٹی نے کیا ہے۔ ہمارے موافق نہ ہو۔ تو کیا ہم اسے بدلوا سکیں گے۔ اور اگر بدلوا سکیں گے تو کس طرح؟ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایسی حکومت میں قوانین کو بدلوانے کے تین ہی طریق ہیں ۱۔ کثرت رائے سے قوانین کو بدلنا۔ ۲۔ مقابلہ کر کے حکومت کو مجبور کرنا۔ ۳۔ بیرونی حکومتوں کی مدد سے حکومت کو مٹا دینا۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ جو لوگ اس وقت نہرو کمیٹی کے فیصلہ پر متفق ہیں۔ وہ ان تینوں امور میں سے ایک نہ ایک کو اپنے آئندہ دکھوں کا علاج سمجھ رہے ہیں۔ بعض خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ حقوق جو ہم نے چھوڑ دیئے ہیں۔ کل کو ہمارے لئے ضروری معلوم ہوئے تو ہم پھر مجالس قوانین کے ذریعہ سے قوانین کو بدلوا لیں گے۔ بعض خیال کرتے ہیں۔ کہ بیشک کونسلوں کے ذریعہ سے تو ہم نہیں بدلوا سکتے۔ لیکن اگر کسی تبدیلی کی ضرورت ہوئی۔ تو ہم مقابلہ کر کے زور سے اپنی مرضی کے مطابق قوانین بدلوا لیں گے۔ بعض سمجھتے ہیں۔ کہ ہم میں زور نہیں ہے۔ لیکن ہندوستان کی ہمسایہ حکومتیں مسلمان ہیں۔ ان کی مدد سے ہم ایسی حکومت کو تباہ کر دینگے۔ جو ہمارے حقوق کے حصول میں روک ڈالیگی۔ اس لئے میں الگ الگ تینوں طریقوں کو لے کر بتاتا ہوں کہ ڈومینین حکومت کے اصول کے مطابق یہ تینوں طریق بظاہر ناممکن ہیں۔ اور ان میں سے ایک کے ذریعہ بھی مسلمان اپنے کھوئے ہوئے حقوق کو واپس نہ لے سکیں گے۔

کونسلوں کے ذریعہ مسلمانوں کا مطالبات حاصل کرنا

پہلا امر کہ کونسلوں کے ذریعہ سے مسلمان اپنے مطالبات کو پورا کر لیں گے۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مسلمانوں کے جس قدر مطالبات ہیں۔ سب کے سب آئندہ قانون اساسی میں مرکزی حکومت کے سپرد کئے گئے ہیں۔ اور مرکزی حکومت میں نہرو کمیٹی نے مسلمانوں کو موجودہ حق نیابت سے بھی کم حق دیا ہے۔ یعنی صرف چوتھائی۔ پس جبکہ ہمارا موجودہ تجربہ یہ ہے۔ کہ تیس فیصدی حق کے باوجود بھی مسلمان اسمبلی میں اپنی مرضی نہیں منوا سکتے۔ حالانکہ بعض دفعہ وہ گورنمنٹ کے ممبروں سے بھی مل جاتے ہیں۔ تو آئندہ پچیس فیصدی ممبروں کے ساتھ وہ کیا کچھ کر سکیں گے۔ اور پھر خصوصاً جبکہ انگریز ممبروں کا عنصر آزاد حکومت میں سے بالکل مٹ جائیگا۔ اور پھر خصوصاً جبکہ سوال کسی عام پالیسی کا نہ ہوگا۔ بلکہ یہ ہوگا۔ کہ مسلمانوں کی طاقت موجودہ قوانین کی وجہ سے کمزور ہے۔ ان کو طاقتور کرنے کے لئے قوانین میں تبدیلی کرنی چاہیئے۔ اور ان کے پرانے مطالبات کو پورا کرنا چاہیئے۔ کیا کوئی عقلمند ایک منٹ کے لئے بھی تسلیم کر سکتا ہے کہ سوال کے پیش ہونے پر ایک ہندو بھی مسلمانوں کے حق میں ووٹ دیگا۔ اور کیا کوئی عقلمند بھی اس امر کو تسلیم کر سکتا ہے۔ کہ اس صورت میں پچیس فیصدی ممبر پچھتر فیصدی ممبروں کی رائے کے خلاف قانون پاس کرا لیں گے۔ اور پھر جب ہم یہ دیکھیں۔ کہ جس قانون کی تبدیلی کا سوال ہوگا۔ وہ قانون اساسی ہے نہ کہ عام قوانین اور قوانین اساسی کی تبدیلی اور بھی زیادہ مشکل ہوتی ہے۔ نہرو کمیٹی نے اپنی رپورٹ کے صفحہ ۱۲۳ پر قانون اساسی کے بدلنے کا مندرجہ ذیل طریق پیش کیا ہے۔

"پارلیمنٹ نیا قانون بنا کر قانون اساسی کی جس دفعہ کو چاہے۔ منسوخ یا تبدیل کر سکتی ہے۔ مگر شرط یہ ہوگی۔ کہ وہ بل جس میں قانون اساسی کی تبدیلی کا سوال اٹھایا گیا ہو وہ پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کی مشترکہ میٹنگ میں پاس ہوا ہو۔ اس طرح کی تیسری دفعہ ووٹ لیتے وقت دونوں مجالس کے ممبروں کی کل تعداد میں سے کم سے کم دو تہائی ممبر دونوں مجالس کے اس کے پاس کرنے پر متفق ہوں"۔

اس قاعدہ کی رو سے مسلمانوں کو اگر محسوس ہو۔ کہ انہوں نے نہرو کمیٹی کی رائے کے قبول کرنے میں غلطی کی ہے اور اپنے مطالبات کے چھوڑنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے۔ تو انہیں موجودہ مطالبات پورا کرانے کے لئے نہ صرف یہ ضروری ہوگا۔ کہ ان کا ہر ایک ممبر اس وقت مجلس میں موجود ہو۔ اور ان کے پیش کردہ مسودہ کی تائید کرے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہوگا کہ ہندو ممبروں کی کل تعداد میں سے بیالیس فیصدی یعنی دو سو چونتیس ممبران کی تائید میں ہوں۔ کیا کوئی نیم مجنون بھی یہ امید کر سکتا ہے۔ کہ ایک ایسے مسودہ کی تائید جس کا مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہو۔ اور جس کی وجہ سے ہندوؤں کو اپنے بعض غصب کئے ہوئے حقوق واپس کر دینے پڑتے ہوں۔ اس قدر ہندو ممبر کسی وقت بھی کرنے کے لئے تیار ہونگے اور یہ اندازہ بھی درحقیقت تھوڑا ہے۔ کیونکہ یہ فرض کر لینا کہ کوئی وقت ایسا آئے گا۔ کہ سب کے سب پارلیمنٹ کے ممبر جمع ہو جائیں گے درست ہی نہیں۔ یورپ کی پارلیمنٹوں میں بھی ایسا نہیں ہوتا۔ سات سو کی تعداد میں سے کچھ بیمار ہونگے۔ بعض کے رشتہ دار بیمار ہونگے۔ بعض کو ایسے کام پیش آجائیں گے۔ جن کو چھوڑ کر وہ نہ آسکیں گے۔ پس بیس فیصدی ممبروں کو غیر حاضر فرض کر لینا چاہیئے۔ اور اس صورت میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے حاضر الوقت ممبروں میں سے ساٹھ فیصدی ممبروں کی تائید کی ضرورت ہوگی۔ میں پھر پوچھتا ہوں۔ کیا کوئی مسلمان خواہ اس وقت وہ کس قدر ہی نہرو کمیٹی کی تائید میں ہو یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ آج سے دس سال کے بعد اگر معلوم ہوا۔ کہ مسلمانوں کے لئے مخلوط انتخاب مضر ثابت ہوا ہے۔ جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہونگے۔ کہ ہندو اپنی تعداد سے زیادہ ممبریاں لے جاتے ہیں۔

KHILAFAT LIBRARY

یا ایسے مسلمان ممبر بھیجدیتے ہیں۔ جو بجائے مسلمانوں کے فائدہ کے ہندوؤں کا فائدہ کریں۔ تو اس وقت خود ہندوؤں میں سے ۶۰ فیصدی ممبر پارلیمنٹ مسلمانوں کے ساتھ ملکر اس بات پر ووٹ دینگے۔ کہ ہندوؤں کو اس فائدہ سے روکا جائے۔ یا یہ کہ صوبہ جات کو اندرونی معاملات میں آزاد حکومت دیدی جائے۔ اگر نہیں اور ہر عقلمند کہے گا۔ کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ تو میں پوچھتا ہوں۔ کہ جب بعد میں اپنے حقوق واپس لینے ناممکن ہونگے۔ تو کیوں ابھی ان کے حصول پر زور نہ دیا جائے۔

زور سے اپنے مطالبات پورے کرانا

دوسری صورت یہ ہے۔ کہ مسلمان زور سے اپنے حقوق لے لیں۔ اس کے متعلق میں یہ نہیں کہنا چاہتا ہوں کہ کیا مسلمان اپنے اندر وہ زور محسوس کرتے ہیں! اس وقت انگریز اس ملک پر حاکم ہیں۔ اور وہ چونکہ غیر ملک کے باشندے ہیں۔ ان کی تعداد یہاں صرف چند لاکھ ہے۔ ہندو مسلمان دونوں ان سے حکومت واپس لینے پر متفق ہیں۔ مگر کیا باوجود اس کے ہمارا زور اس حد تک کارآمد ہوا ہے۔ کہ فوراً حکومت کو بدل دیں۔ اگر ایسا نہیں ہوا۔ تو پھر اس وقت جبکہ ہندوستان کی حکومت ہندوستانیوں کے ہاتھ میں ہوگی۔ اور اس حکومت پہلی شکل کو قائم رکھنے کا فائدہ چند لاکھ نہیں۔ بلکہ چھبیس کروڑ آدمیوں کو پہنچتا ہوگا۔ کیا مسلمان کسی قسم کا بھی زور دکھا سکیں گے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ فوج مرکزی حکومت کے قبضہ میں ہوگی۔ اور یہ خیال کرنا۔ کہ مسلمان سپاہی اس گورنمنٹ کو چھوڑ جس کے وہ تنخواہ دار ہونگے مسلمانوں کا ساتھ دینگے۔ ایک بعید از قیاس امر ہے۔ اب بھی دیکھ لو۔ کہ وہ برطانوی حکومت کا ساتھ دیتے ہیں۔ یا ہندوستانیوں کا سپاہی اٹھان ہی وفاداری کے جذبات پر ہوتی ہے۔ اور وہ حکومت کی مخالفت کا ارتکاب کرنے کے لئے جلد تیار نہیں ہوتا۔ نیز آج کل فوج کا نظام ایسا ہے۔ کہ کوئی حصہ بغاوت نہیں کرسکتا۔ کیونکہ کوئی حصہ فوج کا اپنی ذات میں مکمل نہیں ہوتا۔ بلکہ چھ سات قسم کی فوج ہوتی ہے۔ جو جنگ کے وقت ایک دوسرے کی محتاج ہوتی ہے۔ اور ہر حصہ جانتا ہے۔ کہ اگر میں علیحدہ ہو جاؤں۔ تو خود تباہ ہوجاؤں گا۔ علاوہ ازیں ہوائی جہاز اور ٹینک اور نئی قسم کی توپوں نے اب جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا ہے۔ ایک جہاز ایک علاقہ کے علاقہ کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ایک ٹینک ایک فوج کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ غرض اب جنگ آلات جنگ پر منحصر ہے۔۔۔۔ نہ کہ انسانی طاقت اور شجاعت پر۔ اور اس وجہ سے بہادری اور قربانی بغیر آلات جنگ کے وہ نفع نہیں پہنچا سکتی۔ جو آج سے پہلے پہنچا سکتی تھی۔ اسی وجہ سے آج کل جن ملکوں میں بغاوت ہوتی ہے۔ وہ ایک حصہ رعایا کی بغاوت نہیں ہوتی۔ بلکہ سب ملک کی بغاوت ہوتی ہے۔ لوگ اندر ہی اندر سب ملک کو اکساتے ہیں۔ اور فوج اور حکام اور رعایا یکدم مقابلہ کرتی ہے۔ اور صرف چند اعلیٰ افسر مقابلہ پر رہ جاتے ہیں۔ لیکن ہندوستان میں یہ صورت مسلمانوں کے لئے کبھی بھی پیدا نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اکثر حصہ آبادی کا ہندو ہے۔ اور لامحالہ ان کو ہندو گورنمنٹ سے ہی ہمدردی ہوگی۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کو اس امر کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ ہندو قوم بنئے کا ہی نام نہیں۔ پنجاب کے مسلمان عام طور پر اسی وہم میں مبتلا ہیں۔ کہ بنیوں نے ہمارا کیا مقابلہ کرنا ہے حالانکہ سکھ بھی تمدنی لحاظ سے ہندوؤں میں شامل ہیں۔ گو مذہباً وہ ان سے دور اور مسلمانوں کے قریب ہیں۔ دوسرے بعض سیاسی حالات ایسے پیدا ہوگئے ہیں۔ کہ جب تک کوئی خاص دل و دماغ کا لیڈر پیدا نہ ہو۔ سکھ سیاستاً بھی ہندوؤں سے ملنے پر مجبور ہوں گے۔ کیونکہ سکھ صرف پنجاب میں ہیں۔ اور یہاں انہیں ویسی ہی اہمیت حاصل ہے۔ جو تمام ہندوستان میں مسلمانوں کو حاصل ہے۔ لیکن پنجاب کے مخصوص حالات کے ماتحت کہ یہاں کی اکثریت جو مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ بہت تھوڑی ہے انہیں خاص حقوق نہیں دیئے جاسکتے۔ اور ان کے اس خواہش کے پورا ہونے میں روک مسلمان ہیں۔ پس وہ ان حالات سے مجبور ہیں۔ کہ ہندوؤں سے سمجھوتہ کریں۔ اسی وجہ سے باوجود مسلمانوں کی کوشش کے اور گوردواروں کے معاملہ میں ہندو قوم سے مقابلہ کے سکھ ہندوؤں سے زیادہ ساز باز رکھتے ہیں۔ سکھوں کے علاوہ خالص ہندو اقوام جو لڑنے کے قابل ہیں۔ ہندو جاٹ۔ ہندو راجپوت۔ ڈوگرے۔ پوربی۔ مرہٹے۔ اور جنوبی ہند کی بہت سی اقوام ہیں۔ گو سکھ گو مذہباً بدھ ہیں۔ مگر وہ اپنے آپ کو ہندو مذہب کا حصہ سمجھتے ہیں۔ پس یہ خیال کر لینا کہ ہندوؤں میں طاقت کہاں سے آئی۔ ایک وہم اور ایک دل خوش کن لیکن تباہ کرنے والے خیال سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا مسلمان اس امر پر پھول رہے ہیں۔ کہ اس وقت فوجوں میں مسلمانوں کا عنصر زیادہ ہے۔ حالانکہ یہ انگریزوں کی پالیسی ہے۔ ایک ایسے ملک میں کہ جس میں ہندو آبادی زیادہ ہے اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے انگریزوں کی مصلحت یہی ہونی چاہیئے۔ کہ وہ قلیل التعداد جماعتوں کو ان کی نسبت سے زیادہ فوج میں بھرتی کریں۔ لیکن ایک آزاد ہندوستان میں یہ ضرورت نہ رہیگی۔ بلکہ اس کے برخلاف اکثریت کو یہ خیال ہوگا۔ کہ اپنی طاقت کو مضبوط کرنے کے لئے اپنے ہم مذہبوں کی فوج کو بھرتی کریں۔ اور سکھ۔ ڈوگرے راجپوت۔ جاٹ۔ مرہٹے۔ گورکھے۔ پوربی اور جنوبی ہند کی اقوام کو ملاکر کم سے کم پانچ چھ کروڑ کی آبادی ہے۔ جس میں سے فوج بآسانی بھرتی کی جاسکتی ہے۔ پس یہ خیال کہ ہم زور سے منوا لینگے ایک شیطانی وسوسہ ہے جسے جس قدر جلد دل سے نکالا جائے اسی قدر اچھا ہے۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم عدم تعاون سے کام

نور کا نور محمدی نمبر

مکرم بابو غلام محی الدین صاحب سب پوسٹ ماسٹر کی یہ تجویز قابل قدر ہے۔ کہ نور کا نور محمدی نمبر بڑی شان سے نکالا جائے"۔ میں اس کے لئے بفضل خدا آمادہ ہوں۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا کار خیر ہوسکتا ہے۔ اور انشاءاللہ یہ نور محمدی نمبر ہر طرح اپنی نظیر آپ ہی ہوگا۔ کیونکہ اللہ کے کرم سے اس کے مضامین کا بیشتر حصہ سکھوں۔ سناتنیوں۔ آریوں اور عیسائیوں وغیرہ کے مضامین پر مشتمل ہوگا۔ اور ہندوؤں اور سکھوں کے گرنتھوں اور عیسائیوں وغیرہ کے الہامی کتب کے بہترین اقتباسات انشاءاللہ اس نمبر کی شان کو دوبالا کردینگے۔ اور پھر ایسے کارٹون اور فوٹو جن میں اسلام سے قبل کے دنیا کے تمدنی اور روحانی حالت اور اسلام کے بعد دنیا کی تمدنی اور روحانی زندگی کا نقشہ کھینچ کر دکھلایا جائے گا۔ جس سے انشاءاللہ یہ خاص نمبر اس قسم کے سب پہلے نمبروں کے ریکارڈ کو مات کردے گا۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ کم از کم پانچ ہزار درخواستیں پیشگی پہنچ جانی چاہئیں۔ یک صد کاپی کے لئے سب سے پہلے بابو غلام محی الدین صاحب نے آرڈر دے کر بلکہ نقد قیمت بھیجکر اس کار خیر کی ابتدا کردی ہے۔ ہم اور ایسے مہربانوں کی ضرورت ہے۔ جو اسلامی شان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقار کے لئے اپنے دل میں خاص سوز رکھتے ہوں۔ حجم ۴۴ صفحات قیمت فی پرچہ ۴ر ہوگی۔ اگر کوئی صاحب سو کاپی نہ خرید سکیں۔ تو جتنی بھی اللہ تعالےٰ توفیق دے اس کار خیر میں حصہ لیں +

KHILAFAT LIBRARY

لیں گے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ عدم تعاون بڑی جماعت چھوٹی جماعت کے مقابلہ میں استعمال کر سکتی ہے۔ نہ کہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت کے مقابلہ میں۔ تھوڑے سے لوگ اور خصوصاً وہ لوگ جن کے کام پر ملک کا تمدن کا یا ملک کی سیاست قائم نہیں بہتوں کے مقابلہ میں کیا کر سکتے ہیں۔ بردولی میں ہندوستانیوں کو کیا طاقت حاصل تھی۔ یہی کہ ملک ان کے ساتھ تھا۔ انگریز اپنے ملک سے آکر ہندوستان کی زمینداریاں خرید نہیں سکتے تھے۔ لیکن اگر کسی وقت ہندو مسلمان کا مقابلہ ہو۔ تو ہندوؤں کو وہ دقت نہ ہوگی۔ جو انگریزوں کو ہے۔ ان کے پاس ایک ایک مسلمان کے مقابلہ پر تین تین ہندو موجود ہوں گے۔ پس عدم تعاون سے مقابلہ کا خیال بھی دور از قیاس ہے۔

بیرونی ممالک کی امداد سے مطالبات حاصل کرنا

تیسری صورت یہ ہے۔ کہ بیرونی ملکوں سے مل کر مسلمان اپنے حقوق واپس لیں۔ مگر یہ بھی ممکن نہ ہوگا۔ کیونکہ اوّل تو دوسرے ملکوں کو کیا مصیبت پڑی ہے۔ کہ ان کی خاطر ایک زبردست ہماری طاقت سے لڑیں۔ کیا اس سے پہلے قریب کے زمانہ میں کسی اسلامی حکومت نے بھی دوسری اسلامی حکومت کی مدد کی ہے۔ کہ ہندوستان کی رعایا کی مدد کرنے کے لئے پاس کی حکومتیں آجائینگی۔ دوسرے یہ خیال کہ اگر کوئی حکومت باہر سے آئیگی۔ تو وہ صرف مسلمانوں کو حق دیکر واپس چلی جائیگی۔ اور صرف اس کام کے لئے لاکھوں جانیں اور اربوں روپیہ کا نقصان قبول کرے گی۔ ایک مجنونانہ خیال ہے۔ جو باہر سے حملہ کرے گا۔ وہ یا سب مفتوحہ ملک کا مطالبہ کرے گا۔ یا ایک حصہ کا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس خیال کے خلاف خود مسلمانوں کا ہی ایک حصہ کھڑا ہو جائیگا۔ اور وہ بیرونی لوگوں کو اپنے ملک میں گھسنے دینے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ تیسرے یہ کہ اگر بفرض محال کوئی بیرونی قوم اس امر کے لئے تیار بھی ہو۔ تو ہندوستان جیسے وسیع ملک کا مقابلہ اور پھر اس حالت میں کہ وہ جدید آلات حرب کا ذخیرہ رکھتا ہو۔ کونسی قوم کریگی۔ افغانستان کی آبادی ایک کروڑ کے قریب ہے۔ اس سے ڈیوڑھی ایران کی ہے۔ ہندوستان کی آبادی پینتیس کروڑ ہے۔ چوتھے اس امر کو بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہندوستان کی نوآبادی کی حکومت ملنی ہے۔ نہ کہ خود مختار۔ اس لئے ہندوستان بہرحال برطانوی حکومت کا جزو ہوگا۔ اور ساری برطانوی طاقت ایسے وقت میں ہندوستان کی حفاظت کے لئے جمع ہو جائیگی۔ پس دنیوی سامانوں پر نظر رکھتے ہوئے یہ امر بھی ناممکن ہے۔ اور علاوہ ازیں ایسی امید رکھنی اخلاقی طور پر بھی ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ اور قومی غداری ہے۔

ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ خیال کرے۔ کہ چونکہ ہندوستان کامل طور پر آزاد نہ ہوگا۔ ہم برطانوی حکومت سے اپیل کر کے اپنے حقوق لے لیں گے۔ لیکن جو کچھ میں اوپر ڈومینین گورنمنٹ کے حقوق کے متعلق لکھ آیا ہوں۔ اس کو غور سے دیکھنے سے یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ صورت بھی ناممکن ہے۔ اول تو اس لئے کہ یہاں سوال یہ نہیں۔ کہ ہندو ہمارے حقوق چھین لیں گے۔ بلکہ سوال یہ ہے۔ کہ اس وقت بعض حقوق ہم اپنی مرضی سے چھوڑ رہے ہیں۔ اگر بعد میں ہمیں اپنی غلطی معلوم ہو۔ تو ان حقوق کو پھر تسلیم کرانے کا کیا ذریعہ ہے۔ اب یہ بات قانون سے واضح ہے۔ کہ گو برطانیہ نے رسمی طور پر ڈومینینز کے فیصلوں کو رد کرنے کا حق تو محفوظ رکھا ہے۔ لیکن یہ حق برطانیہ کو رسماً بھی حاصل نہیں۔ کہ وہ نئی بات ڈومینینز سے منوا دے۔ پس قانوناً اس سوال میں برطانیہ کو بھی کوئی اختیار حاصل نہ ہوگا۔ اور اگر برطانیہ کو کوئی حق حاصل بھی ہو۔ تو بھی کیا کوئی عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ برطانیہ ایسے معاملہ میں دخل دینا پسند کرے گا۔ میں برطانیہ پر حسن ظن رکھتا ہوں۔ ایک منٹ کے لئے خیال نہیں کر سکتا۔ کہ برطانیہ کسی دوسرے کے لئے اپنی قومی نقصان کو برداشت کرلیگا۔ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ ڈومینین حکومت کا تعلق برطانوی حکومت سے صرف قلبی ہوتا ہے۔ کوئی مادی طاقت اسے برطانوی حکومت سے وابستہ نہیں کرتی۔ اسکی فوجیں اپنی اس کی بحری طاقت اپنی۔ اس کا نظام اپنا۔ ایک گورنری ہی ہے نا۔ جو برطانیہ سے آتا ہے۔ اور وہ بھی بے اختیار اور جب نوآبادی کو یہ بھی حق حاصل ہو۔ کہ جب وہ چاہیں۔ برطانیہ سے الگ ہو جائیں۔ تو کب ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ برطانیہ ایک قلیل التعداد جماعت کی خاطر ایک اتنی بڑی حکومت کو ناراض کرے گا۔ جو اس کے تاج کا ہیرا کہلاتی ہے۔ برطانیہ کا انصاف اس وقت تک ہے۔ جب تک کہ اس کے قومی فوائد کو نقصان نہیں پہنچتا۔ جس وقت اس کے قومی فوائد کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔ تو وہ ایسے معاملہ کو اس کی اندرونی حقیقت کے لحاظ سے نہیں دیکھے گا۔ بلکہ شاہی مصالح کی نگاہ سے دیکھے گا۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ قلیل التعداد جماعتوں کا ساتھ کوئی نہیں دیا کرتا۔ جب تک اپنا ذاتی فائدہ نہ ہو۔ قلیل التعداد جماعتوں کو اپنے فوائد کی نگرانی خود ہی کرنی پڑتی ہے۔ میں اس امر کے متعلق کہ قلیل التعداد جماعتوں کو انصاف پانے میں نہایت دقت ہوتی ہے۔ اس شخص کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ جو اسوقت اس مسئلہ کا سب سے بڑا عالم ہے۔ میری مراد پروفیسر گلبرٹ مرے سے ہے۔ یہ صاحب جنگ عظیم کے بعد صلح کی کانفرنس میں برطانوی سفارت کے ساتھ بطور ماہر فن کے بھیجے گئے تھے۔ اور اس کے بعد لیگ آف نیشنز کی تنظیم میں بھی انہوں نے کام کیا ہے۔ انہیں قلیل التعداد جماعتوں کے حقوق کا خاص خیال ہے۔ چنانچہ انہوں نے لیگ میں کئی مفید تجاویز ایسی پیش کی ہیں۔ جن میں قلیل التعداد جماعتوں کے حقوق کی حفاظت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ یہ صاحب دی پروٹکشن آف مائنارٹیز مصنفہ مس ایل پی میر ایم۔ اے کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔

"وہ فرض جو کونسل کا مقرر کیا گیا تھا۔ وہ اس عظیم الشان مجلس کی شرمیلی شرافت کو کسی قدر مرعوب کرنے والا ثابت ہوا ہے۔ مظلوم اقلیتوں کی حمایت کرنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ انسان اپنی ہر دلعزیزی کھو بیٹھے۔ اور کونسل کے کسی ممبر نے شکایتیں سننے یا بے انصافی کے دور کرنے میں کوئی غیر واجبی جستی نہیں دکھائی"

(دیباچہ صفحہ ۸-۹)

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قلیل التعداد جماعتوں کی اپیلیں بھی چنداں کارگر نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ان کی مدد کرنیکے معنے یہ ہوتے ہیں۔ کہ کثیر التعداد جماعتوں سے لڑا جائے اور دوسرے کی خاطر اس بکھیڑے میں پڑنے کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ پس اس دروازہ کو بھی مسلمانوں کو بند ہی سمجھنا چاہیئے کیا مسلمان نہیں دیکھتے۔ کہ جس وقت سے اصلاحات جاری ہوئی ہیں انگریزوں میں سے اکثر حصہ روز بروز ہندوؤں کے ہاتھوں میں پڑتا جاتا ہے۔ انگریزی اخباروں کو پڑھ کر دیکھو۔ وہ باستثنائے چند سب کے سب ہندوؤں کی تائید میں ہیں۔ انگریز مدبروں کی تقریریں پڑھو۔ وہ سب کے سب ہندوؤں کے نقطہ نگاہ کے مؤید ہیں۔ انگریز حکام کو دیکھو۔ وہ ہندو قوم کی پیٹھ پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ آخر یہ کیا بات ہے۔ کیا مسلمان سمجھتے ہیں۔ کہ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ ہندو حق پر ہیں۔ اور مسلمان ناراستی پر۔ اگر ان کا یہی خیال ہے۔ تو وہ اپنی ناراستی کو کیوں نہیں چھوڑتے اور کیوں سچائی کو اختیار نہیں کرتے۔ لیکن اگر یہ بات نہیں۔ تو

انہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ یہ فوری تبدیلی اصلاحات کی وجہ سے ہے۔ چونکہ اس ملک میں نیابتی حکومت کی بنیاد ڈالدی گئی ہے۔ اس لئے انگریز بھی روز بروز ہندوؤں کی طرف جھک رہے ہیں۔ ان کے اندر وہی مقولہ تغیر پیدا کر رہا ہے۔ کہ ؎

بار غالب شوکہ تا غالب شوی

اور ابھی تو ابتدا ہے۔ جس وقت ہندوستان کو کامل نیابتی حکومت مل گئی۔ اور اسمبلی پر ہندوؤں کا قبضہ ہو گیا۔ اس وقت تو انگریزوں کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوگا۔ کہ ہندوؤں کی خوشی اور رضا کو حاصل کریں۔ آئرلینڈ میں اپنے ہموطنوں اور ہم مذہبوں کے مقابلہ میں اگر جنوبی آئرلینڈ والوں کی بات کو انگریزوں نے تسلیم کر لیا تھا۔ تو ہندوستانی مسلمانوں کا ساتھ خلاف مصالح ملکی کے وہ کب دینے لگے۔ پس مسلمانوں کو آج ہی ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ اور اپنے حقوق محفوظ کر لینے چاہئیں ورنہ جو کچھ وہ آج چھوڑ دینگے۔ کل وہ انہیں کسی صورت میں نہیں مل سکے گا۔ اور ان کے لئے دو ہی دروازے کھلے ہوں گے۔ یا اپنے مذہب کو خیر باد کہہ کر ہندوؤں سے جا ملنا۔ اور یا پھر آہستہ آہستہ اپنی قوم کو تباہ اور برباد ہونے دینا۔ کیا ان دونوں طریقوں میں سے کسی کو بھی مسلمان پسند کر سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو میں آج انہیں یہ کہہ کر اپنی ذمہ داری سے فارغ ہوتا ہوں۔ کہ اپنے حقوق لینے کا یہی وقت ہے۔ اس وقت آپ نے غلطی کی۔ تو پھر آپ کا ٹھکانا کہیں نہ ہوگا۔ پس جلد بازی سے آزاد حکومت کی لالچ میں اپنی موجودہ آزادی کو بھی نہ کھو ڈالیں۔ اور ایک دوسرے بیبن کا نظارہ پیدا نہ کریں۔ کہ ہمارے رونے کے لئے پہلا بیبن ہی کافی ہے۔

میں یہ نہیں کہتا۔ کہ ہندوستان کی آزادی کے لئے کوشش نہ کرو۔ اب جبکہ انگلستان نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ ہندوستان کو نیابتی حکومت کا حق ہے۔ اس کے لئے جو جائز کوشش کی جائے۔ میں اس میں اپنے دوسرے بھائیوں کے شریک ہوں۔ مگر جو چیز مجھ پر گراں ہے۔ اور میرے دل کو بٹھائے دیتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے بغیر آئندہ طریق حکومت پر راضی ہو جائیں۔ اس کے نتائج نہایت تلخ اور نہایت خطرناک نکلیں گے۔ اور مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ جب تک دونوں مسلم لیگز کی پیش کردہ تجاویز کو قبول نہ کر لیا جائے۔ اس وقت تک وہ کسی صورت میں بھی سمجھوتے پر راضی نہ ہوں۔ ورنہ جو خطرناک صورت پیدا ہوگی۔ اس کا تصور کر کے بھی دل کانپتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ نہرو کمیٹی کے مخالف جو مسلمان ہیں۔ خواہ مسلم لیگ کے ممبر ہوں۔ خواہ خلافت والے۔ خواہ دوسرے لوگ۔ ان کے وہ مطالبات جو میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ اگر ان کی بنا پر فیصلہ ہو۔ تو پھر مسلمانوں کو فیصلہ کی تبدیلی کا خوف نہیں رہتا۔ کیونکہ اس صورت میں مسلمانوں کے حقوق محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اور اگر بعد میں ان احتیاطوں کی ضرورت نہ رہے۔ تو قوانین کا تبدیل کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کے بدلنے میں مسلمانوں کا فائدہ نہیں۔ بلکہ ہندوؤں کا فائدہ ہوگا۔ اور ہندو اس تبدیلی کی مخالفت نہیں کریں گے۔

KHILAFAT LIBRARY

رادھا سوامی مت کے گورو کے ساتھ میرا مباحثہ

اگر آپ اس دلچسپ مباحثہ کی روئداد ملاحظہ کرنیکے شوقین ہیں۔ تو نور کے آئندہ پرچہ کا انتظار کیجیئے۔

(اڈیٹر)

وصیت ۲۸۳۲۔ میں احمد دین ولد نور محمد صاحب مرحوم قوم بون کشمیری عمر تخمیناً ۳۹ سال سکنہ گجرانوالہ پنجاب۔ حال وارد موشی ٹانگانیکا ٹیریٹری بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵ فروری ۱۹۲۸ء کو اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت جائیداد ایک مکان پختہ دو منزلہ واقع اندرون گھنٹہ گھر گلی تیغ جھنڈو قیمتی تین ہزار ۳۰۰۰ روپیہ ہے۔ اور میری ماہوار تنخواہ مبلغ ۲۶۰ شلنگ ہے۔ اور کچھ ماہواری پرائیویٹ پریکٹس بھی ہے۔ مذکورہ بالا جائداد اور آمدنی ماہوار کے آٹھویں حصے کے لئے صدر انجمن احمدیہ قادیان کے لئے وصیت کرتا ہوں۔ اور میرے مرنے کے بعد اگر مذکورہ بالا جائداد کے بغیر کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ⅛ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اور ماہواری آمدنی کا ⅛ حصہ میں انشاء اللہ تعالےٰ ماہ بماہ ادا کرتا رہوں گا اور اگر اپنی زندگی میں کوئی رقم اس جائداد کی قیمت کے طور پر خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی مد وصیت میں داخل کر کے رسید حاصل کروں۔ تو ایسی رقم حصہ موعودہ سے منہا کر دی جائے گی۔

العبد:۔ احمد دین ولد نور محمد مرحوم حال وارد موشی افریقہ۔

گواہ شد:۔ حبیب اللہ احمدی ولد عبد الحکیم از چک سان ضلع گوجرانوالہ۔ حال وارد موشی (افریقہ) گواہ شد:۔ محمد ایوب سٹیشن ماسٹر ٹانگانیکا۔ اسٹیٹ (افریقہ) ۲۸/۲

وصیت ۲۸۳۱:۔ از کنسگوٹو ملک افریقہ۔ مورخہ یکم جنوری ۱۹۲۸ء وصیت جائیداد۔ میں حبیب اللہ خاں ولد عبد الحکیم صاحب قوم کھوکھر قریشی سکنہ چک سان ضلع گجرانوالہ پنجاب بعمر تخمیناً ۴۲ سال بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے ایک پختہ مکان قیمتی مبلغ دو ہزار پانچسو روپیہ واقع چک سان اور دو عدد احاطہ گجرانوالہ بر لب سڑک گوندلاں والہ قیمتی گیارہ سو روپیہ۔ اور اس وقت میری ماہوار آمدنی ۳۶۰ شلنگ ہے۔ یہ تمام جائداد مذکورہ کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اپنے ماہواری آمدنی کا بھی دسواں حصہ باقاعدہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور میری وفات کے بعد جس قدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم بمد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاویگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ العبد:۔ خاکسار حبیب اللہ خاں احمدی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ عنایت اللہ ولد احمد دین بقلم خود گواہ شد:۔ احمد دین ولد نور محمد گجرانوالہ حال وارد افریقہ موشی۔ گواہ شد:۔ محمد ایوب سٹیشن ماسٹر ٹانگا ۲۸/۲ ۱۸

وصیت ۲۵۹۶:۔ میں رشیدہ بیگم زوجہ مبارک احمد بھٹی قوم لیوال ساکن گجرات پنجاب حال وارد بھومار ریلوے سٹیشن بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میرے فوت ہونے پر جس قدر میری جائداد ہوگی۔ اس کے ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی رقم اپنی زندگی میں خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جاویگی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے (۱) مہر ایک ہزار روپیہ زیورات طلائی قیمتی ۴۰۰ روپیہ۔ نقد ۲۸/۷/۱۲ جولائی

موصیہ رشیدہ بیگم۔ گواہ شد: ۔ڈاکٹر عمرالدین احمدی پسوال نیروبی۔ کنیا کالونی۔ گواہ شد مبارک احمد عفی عنہ خاوند موصیہ ×

وصیت ۲۴۰۴ ۔میں سندھی شاہ ولد میاں میراں بخش قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۵۴ سال تاریخ بیعت ۱۵ اپریل ۱۹۰۲ء ساکن آدم پور ڈاکخانہ تحصیل و ضلع جالندھر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ اراگست ۱۹۲۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے ۔ ایک مکان سکنی آدم پور ضلع جالندھر قیمتی ۱۵۰ روپیہ ہے ۔ لیکن میرا گذارہ صرف اس جائداد پر نہیں ہے۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے ۔ جو کہ اس وقت ۲۶ روپے ماہوار ہے ۔میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ⅒ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتا ہوں ۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کروں ۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جاوے گا ۔ فقط ۱۵ اراگست ۱۹۲۸ء ۔ گواہ شد ۔ محمد داؤد عرفانی الحکم آفس قادیان ۔ العبد خاکسار منشی سندھی شاہ سیل اور سپرنکو در حال قادیان ۔ گواہ شد: یعقوب علی عرفانی ایڈیٹر الحکم و غیرہ قادیان ۔ ۱۵ ⁄ ۸ ×

KHILAFAT LIBRARY

موتی سرمہ کی دھوم مچ گئی ×

ہم نے اپنے موتی سرمہ کا نسخہ بہت غور و فکر و احتیاط کے بعد انتخاب کیا ہے ۔ جو عمدہ کھرل میں خاص اہتمام کے ساتھ تیار کیا جاتا ہے ۔ اور اپنی خوبیوں کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں خدا کے فضل سے اس قدر قبولیت حاصل کر چکا ہے ۔ کہ اب نہ صرف باقاعدہ سرکار سے رجسٹرڈ ہی ہو چکا ہے ۔ بلکہ ڈاکٹر لوگ بوقت ضرورت بذریعہ تار منگواتے ہیں ۔ بلا شبہ اس سرمہ پر ڈاکٹر شیفتہ اور حکماء فریفتہ ہیں ۔ ضعف بصر ۔ ککرے ۔ جلن ۔ پھولا ۔ جالا ۔ خارش چشم ۔ پانی بہنا ۔ دھند ۔ غبار ۔ پڑبال ۔ ناخونہ ۔ گوہانجنی ۔ رتوندہ ۔ ابتدائی موتیابند ۔ غرضیکہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے ۔ اس کا روزانہ استعمال آنکھوں کی بصارت کو تیز کرتا ہے ۔ اور جملہ امراض سے آنکھوں کو محفوظ رکھتا ہے ۔ جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس سرمہ کا استعمال رکھیں گے وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پائیں گے ۔ قیمت فی تولہ صرف عہ/ (دو روپے آٹھ آنہ) محصولڈاک علاوہ ۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ اس سرمہ نے اپنی خوبیوں کے لحاظ سے قلیل عرصہ میں کس قدر شہرت و قبولیت حاصل کر لی ہے ۔ اس کے لئے آپ بکثرت شہادتوں میں سے بوجہ قلت جگہ ایک معزز ڈاکٹر صاحب کی شہادت ملاحظہ کیجئے ×

ڈاکٹر کی شہادت

جناب ڈاکٹر محمد صادق صاحب جنرل ہسپتال ایکاب (برہما) سے تحریر فرماتے ہیں ۔ کہ پہلے بھی آپ کا سرمہ بعض مریضوں کو منگوا کر دیا ۔ نہایت مفید پایا ۔ اب مجھے اپنے لئے خود ضرورت ہے سا ایک تولہ جلد بذریعہ وی پی بھیج دیں ×

ملنے کا پتہ ہا:۔ مینیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

اکسیر البدن نے کمال کر دیا

جس نے ایک دفعہ بھی استعمال کی وہ ہمیشہ کے لئے گرویدہ ہو گیا ۔ ذرا اس کے فوائد پر تو نظر ڈ الئے ۔ (۱) موسمی عوارض ۔ بخار ۔ نزلہ ۔ زکام و کھانسی وغیرہ سے آپ کی حفاظت کریگی ۔ (۲) پٹھوں کو مضبوط بنائے گی (۳) دل و دماغ کو تقویت دیگی (۴) گندے خون کو صاف اور عمدہ خون کو پیدا کریگی ۔ (۵) جسم کو چست بنا ئیگی (۶) دل میں نئی امنگ (۷) اعضاء میں نئی ترنگ (۸) اور دماغ میں نئی جولانی پیدا کریگی ۔ (۹) معدہ کو تقویت دیگی (۱۰) اگر آپ جوان ہیں ۔ تو آپ کی جوانی کی حفاظت کریگی ۔ (۱۱) اگر آپ بوڑھے ہیں ۔ تو بڑھاپے کے عوارض سے آپ کو بچائیگی (۱۲) اگر آپ کمزور ہیں ۔ تو آپ کو زور آور بنا ئیگی (۱۳) اگر آپ زور آور ہیں تو آپ کو شہ زور کریگی ۔ غرضیکہ اکسیر البدن کے استعمال کے بعد آپ خوب محنت کر کے روپیہ کما سکیں گے ۔ جس سے آپ اور آپ کے بال بچے خوشی سے زندگی بسر کرینگے ۔ اور عمدہ صحت پا کر آپ خدا کی عبادت بھی خوب بجا لائیں گے ۔ جس سے آپ خدا کی خوشنودی حاصل کر کے دین و دنیا میں کامیاب ہونگے لہذا اگر آپ کو اپنی صحت کا کچھ بھی خیال ہے ۔ جس کے بغیر بلا شبہ انسان زندہ درگو رہے ۔ تو پھر آپ کو آج سے ہی اکسیر البدن کا استعمال شروع کر دینا چاہئیے ۔ ایک ماہ کی خوراک کی قیمت صرف پانچ روپے ۔ (عہ) محصولڈاک علاوہ ۔ کثرت شہادتوں میں سے چند ایک ملاحظہ کیجئے ×

ایک تجربہ کار حکیم کی شہادت

جناب مولوی حکیم قطب الدین صاحب جو قادیان کے سب سے پرانے اور تجربہ کار حکیم ہیں ۔ وہ اکسیر البدن کے متعلق اپنا تجربہ یوں تحریر فرماتے ہیں: "مجھے کمر درد کی سخت شکایت تھی ۔ یہاں تک کہ اٹھنے بیٹھنے سے لاچار تھا ۔ آپ کی دوا اکسیر البدن کے بعد خدا تعالےٰ کے فضل سے صحت بہت اچھی ہو گئی ۔ گو اس وقت کوئی تکلیف نہیں رہی ۔ مگر احتیاطاً کچھ اور گولیاں استعمال کرنا چاہتا ہوں ۔ واقعی یہ گولیاں مقوی اعصاب مقوی دماغ اور مقوی جسم ہیں ۔ میں نے خود تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے"

پلیڈر ہائی کورٹ کی شہادت

جناب محمد یعقوب خاں صاحب بی ۔ اے پلیڈر ہائی کورٹ پنجاب گورداسپور سے لکھتے ہیں "کہ میں نے آپ کی ساختہ دوائی اکسیر البدن قریباً ایک ماہ استعمال کی ۔ اور میں نہایت خوشی سے اس بات کا اظہار کرتا ہوں ۔ کہ میں نے اس دوا کو جسمانی اور دماغی کمزوریوں کے لئے بہت مفید پایا ۔ وہ لوگ جنہیں دماغی کام کرنا پڑتا ہو ۔ انہیں یہ دوا ضرور استعمال کرنی چاہیئے"

ایک سٹیشن ماسٹر کی شہادت

جناب شیخ فضل کریم صاحب احمدی سٹیشن ماسٹر لارنس پور ضلع کیمبل پور سے لکھتے ہیں ۔ کہ میں نے گذشتہ رمضان میں آپ کی تیار کردہ اکسیر البدن ایک ماہ کی خوراک آپ سے منگوائی تھی ۔ میں اس کے استعمال سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں ۔ کہ واقعی یہ دوا آپ کے اشتہار کے مطابق اپنے اندر فوائد رکھتی ہے ۔ بدن میں چستی چالاکی پیدا کرتی ہے ۔ دماغ کو قوت دیتی ہے ۔ تھکان دور کرتی ہے ۔ قبض کشا ہے ۔ زکام نزلہ وغیرہ کی شکایت رفع کرتی ہے ۔ احباب سے درخواست ہے ۔ کہ وہ اس مفید چیز سے ضرور فائدہ اٹھائیں ×

ملنے کا پتہ ہا:۔ مینیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب